یہ خواب تو اِک سراب ہے

فرحت اِشتیاق



یہ خواب تو اک سراب ہے

اگر آپ کو کسی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا جائے تو آپ کو کیسا لگے گا؟ اور اس پر ستم یہ بھی ہو کہ آپ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی نہ کر سکتے ہوں، نہ اس شخص سے اور نہ ہی اپنے قریب ترین کسی اور فرد سے۔ آج کل میں ایسی ہی صورتِ حال سے دوچار ہوں، میری زندگی کا سب سے اہم فیصلہ اتنے آرام سے میری مرضی کے بغیر کر دیا گیا کہ میں دیکھتی ہی رہ گئی۔ میرے سارے خواب، ہر تمنا سب بکھر کر رہ گئے۔ اپنی آنے والی زندگی کے حوالے سے۔ سب ہی کے کچھ خواب ہوتے ہیں۔ کچھ خوبیاں جو ہم اپنے شریکِ سفر میں چاہتے ہیں۔ ہمیں لگتا ہے خوابوں میں آنے والا وہ اچانک ہی ایک دم کہیں سے آ جائے گا اور ہماری زندگی کو محبتوں کے نئے معنی سے آشنا کروا دے گا۔ میں بھی اس آنے والے کے بارے میں بہت کچھ سوچا کرتی تھی، میں نے اپنے خواب کبھی کسی کے ساتھ شیئر نہیں کیے تھے۔ مگر مجھے پھر بھی پورا یقین تھا کہ جیسا میں سوچا کرتی ہوں، وہ ہو بہو ویسا ہی ہوگا۔ اتنا ہی سنجیدہ مزاج اور میچیور۔

چودہ پندرہ سال کی عمر میں بھی مجھے ہا ہو کرتے اچھل کود مچاتے لڑکے کبھی اچھے نہیں لگتے تھے۔ مجھے لگتا تھا کہ بڑی عمر کے مرد ذمہ دار اور قابل بھروسہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی شخص کے ساتھ میں خوش رہ سکتی تھی، ایسا ہی شخص مجھے تحفظ فراہم کر سکتا تھا۔ زندگی کے بارے میں جس کا ایک واضح نظریہ ہو، جو مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو، جس کے اندر فیصلہ کرنے کی زبردست صلاحیت ہو اور ایسا شخص میں نے کئی بار چپکے سے دعا مانگتے ہوئے اپنے لیے اللہ سے بھی مانگا تھا۔

مجھے اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا پورا پورا یقین بھی تھا اور اس یقین کے سہارے میں بڑے آرام سے اس کا انتظار کر سکتی تھی۔ مگر مما نے اتنے اطمینان سے میرے ارمانوں کا خون کر دیا کہ میں بس روتی ہی رہ گئی۔ اس سے پہلے کسی فلم میں یا کسی کہانی میں ایسی کوئی سچویشن دیکھتی تو ہیروئن کا کتنا مذاق اڑایا کرتی تھی۔

”بڑی نیک پروین ہیں محترمہ، اماں ابا نے شادی طے کر دی اور وہ بس آنسو بہاتی رہ گئیں۔ ایسا بس صرف فلموں ہی میں ہو سکتا ہے، رشتہ طے ہو گیا اور بیچاری مظلوم سی ہیروئن کو پتا تک نہیں۔“

مگر جب خود میرے ساتھ یہی سب کچھ ہوا تو مجھے پتا چلا کہ ہماری زندگی بھی کسی ناول یا فلم سے کم نہیں ہوتی۔ کیا میں کبھی سوچ سکتی تھی کہ مما جو چھوٹی بڑی ہر بات اور ہر چیز میں میری رائے اور مشورے کو بہت اہمیت دیتی ہیں۔ خود میری ہی زندگی کے فیصلے کا اختیار مجھے دینا تو دور کی بات مجھ سے پوچھنا تک گوارا نہ کریں گی۔

اپنے ددھیالی رشتہ داروں سے مجھے ہمیشہ سے چڑ تھی اور اس کے لیے میں خود کو حق بجانب سمجھتی ہوں۔ جن لوگوں نے کبھی میری مما کو کوئی

سکھ نہیں دیا وہ مجھے کیا سکھ دیں گے اور میری مما کی سادگی اور معصومیت کہ وہ ان ہی مکار اور چاپلوس لوگوں کی باتوں میں ایک مرتبہ پھر آ گئی ہیں۔

میں نے نو سال تک مما کو سسرالیوں کا ناروا سلوک برداشت کرتے دیکھا ہے۔ مما سمجھتی ہیں، میں اپنے بچپن کی باتیں بھول گئی ہوں مگر یہ مما کی بھول ہے۔ مجھے دادی اماں، پھپھو اور سب سے بڑھ کر ستارہ آنٹی کا ہر وہ برا سلوک جو انہوں نے میری مما کے ساتھ کیا اچھی طرح یاد ہے۔ مما کا قصور صرف اتنا ہی تو تھا کہ وہ پاپا کی پسند تھیں۔ پاپا نے انہیں پسند کر کے ان سے شادی کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ یونیورسٹی میں پاپا سے جونیئر تھیں۔ پاپا کا ماسٹرز کا آخری سمسٹر تھا اور مما آنرز میں تھیں۔ ان دونوں کا کوئی افیئر نہیں چلا تھا، بس پاپا کو وہ اچھی لگی تھیں اور انہوں نے اپنے والدین کو ان کے گھر رشتہ لے جانے کے لیے کہا تھا۔

دادی اماں کا رویہ وہی عام ساسوں والا تھا۔ بیٹے کی پسند کی ہوئی لڑکی کو قبول کرنا ان کے لیے ناقابلِ قبول تھا پاپا کی ضد اور دادا جان کے سمجھانے پر وہ مان تو گئی تھیں، مگر دل سے انہوں نے مما کو اپنی بہو تسلیم نہیں کیا تھا۔ یونیورسٹی کی پڑھی ہوئی آزاد خیال لڑکی جس نے شادی سے پہلے ہی ان کے بیٹے کو قابو میں کر لیا تھا۔ اس کی ان کی نظر میں وہ عزت کبھی بھی نہیں پا سکتی تھی جو بڑی بہو کی تھی۔

ستارہ آنٹی جوان کی سگی بھتیجی تھیں، انہوں نے خود اپنے بیٹے کے لیے منتخب کیا تھا اور فرماں بردار بیٹے نے ماں کی پسند پر سر جھکا دیا تھا۔ مجھے تو آج تک بڑے پاپا پر حیرت ہوتی ہے، کہاں ان جیسا پڑھا لکھا اور جینئس بندہ اور کہاں میٹرک پاس ستارہ آنٹی۔ کیا جوڑ تھا دونوں کا۔ وہ شکل صورت میں اچھی تھیں۔ خاندان بھر میں ان جیسا اچھا کھانا کوئی نہیں پکاتا، مگر ایک ذہین اور قابل مرد کے لیے بیوی میں صرف یہی خصوصیات تو کافی نہیں ہوتیں۔

مجھے لگتا ہے انہیں مما سے دشمنی بھی اسی وجہ سے تھی۔ وہ ان کے مقابلے میں خود کو کمتر سمجھتی ہوں گی۔ انہیں دیورانی کا خود سے زیادہ پڑھا لکھا ہونا حسد میں مبتلا کرتا ہوگا اور اسی حسد کے سبب انہوں نے مما کی زندگی کو جہنم بنا دیا تھا۔

اور میری مما اتنی سیدھی اور اللہ میاں کی گائے ٹائپ کی چیز ہیں کہ کبھی اف تک نہیں کی۔ آج تک ان کا یہی حال ہے وہ کسی کو جواب نہیں دے سکتیں۔ بعد میں کڑھ لیں گی، رو لیں گی کہ فلاں رشتہ دار آ کر یہ کہہ گیا۔ پاپا بھی مما کی اس عادت کو ناپسند کرتے ہیں۔

پاپا کی فیملی کوئی بہت لمبی چوڑی فیملی نہیں تھی۔ بڑے پاپا، پاپا اور پھپھو، وہ تین ہی بہن بھائی تھے۔ دادا جان کا میری پیدائش سے بھی پہلے انتقال ہو گیا تھا اور ان کے انتقال کے بعد دادی اماں کو مما کے ساتھ برے سے برا سلوک کرنے کی کھلی چھوٹ مل گئی تھی۔ دادا جان مما سے بہت پیار کرتے تھے۔ مما آج بھی ان کا ذکر بڑی محبت اور احترام سے کرتی ہیں ویسے تو مما نے کبھی دادی اماں کی بھی ہم لوگوں سے برائی نہیں کی۔ میں اگر مما کی جگہ ہوئی تو ایسی عورت جو ساری زندگی مجھے تکلیف دینے کا باعث بنی ہو تو مرنے کے بعد اگر برے لفظوں سے یاد نہیں کروں گی تو کم از کم اس کی مغفرت کے لیے دعائیں بھی نہیں مانگوں گی، اتنا ظرف مجھ میں تو نہیں۔

میری یادداشت غیر معمولی طور پر اچھی ہے اور اپنے بچپن کے اتنے بہت سے واقعات مجھے یاد ہیں جو عام طور پر بچوں کو بڑے ہو کر یاد نہیں رہتے۔

گھر میں نوکروں کے ہوتے مما چوبیس گھنٹے کچن میں جتی رہتی تھیں اور اس پر بھی دادی اماں اور ستارہ آنٹی کا منہ پھولا ہی رہتا تھا۔ جب تک پھپھو کی شادی نہیں ہوئی وہ بھی ماں اور بھاوج کی تقلید میں مما کو ستانا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ مما نے پاپا سے کبھی بھی ان کے گھر والوں کے رویے کی

شکایت نہیں کی۔ پاپا کے سامنے کبھی کوئی جھگڑا ہوتا بھی نہیں تھا۔

مما اچھی نہیں لگتی تھیں تو ان کے بچے دادی اماں کو کیسے اچھے لگ سکتے تھے۔ کہکشاں آپی گھر کی اکلوتی بچی ہونے کے سبب سب ہی کی لاڈلی تھیں، دادی اماں بھی انہیں بہت چاہتی تھیں مگر انہیں پوتی سے زیادہ پوتے کا ارمان تھا۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر عون مما کے ہاں پیدا ہوتا اور میں ستارہ آنٹی کے ہاں تو شاید دادی اماں مما کی تمام خطائیں معاف کر دیتیں۔ پہلا پوتا انہیں مما دے دیتیں اور اپنے سارے گناہ بخشوا لیتیں مگر افسوس ایسا ہو نہیں سکا۔

مما، پاپا کے ہاں پہلی اولاد میں یعنی مائلہ شبیر علی ہوئی اور ٹھیک اسی روز ستارہ آنٹی نے دادی اماں کی برسوں پرانی آرزو عون ہاشم علی کی صورت میں پوری کر دی تھی۔ عون کے پیدا ہونے پر گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی، اسی ہاسپٹل میں عون کے پیدا ہونے کے چار گھنٹے بعد میری پیدائش ہوئی تھی اور پوتے کی خوشی میں مگن دادی اماں نے تو میری شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔

میرے ایک سال بعد ہی روشنا کے پیدا ہو جانے نے عون کی اہمیت مزید بڑھا دی تھی۔ ستارہ آنٹی خود کو مما سے کوئی بہت اونچی، خاص قسم کی ہستی تصور کرنے لگی تھیں۔ عون گھر میں سب ہی کا چہیتا تھا، اس کے آگے ہم لڑکیاں تو دادی اماں کو بالکل گھاس کوڑا لگا کرتے تھے۔ ان کے غیر ضروری لاڈ پیار نے اسے بہت سرکش اور بدتمیز بنا دیا تھا۔ اسے ڈانٹنے کی تو کوئی ہمت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ بڑے پاپا تک کی مجال نہ تھی کہ بیٹے کو کسی غلطی پر سرزنش ہی کر سکیں۔ وہ آتے جاتے کبھی مجھے تھپڑ مار دیتا، کبھی روشنا کو دھکا دے کر اس سے چاکلیٹ اور کھلونے چھین کر بھاگ جاتا اور دادی اماں اسے شرارت قرار دیتیں۔

جیسے جیسے وہ بڑا ہو رہا تھا ویسے ویسے اس کی بدتمیزیاں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔ مما کی مجال نہ تھی کہ پاپا ہی سے اس کی کسی حرکت یا دادی اماں کی غیر ضروری پشت پناہی پر حرفِ شکایت زبان پر لے آتیں روشنا تو باقاعدہ اس سے ڈرنے لگی تھی، اسے آتا دیکھ کر وہ سہم کر ایک دم میرے پیچھے چھپ جایا کرتی تھی۔ اکثر میں آرام سے بیٹھی اپنا ہوم ورک کر رہی ہوتی اور وہ آہستگی سے کھڑکی سے ربڑ کا سانپ یا چھپکلی رائٹنگ ٹیبل پر اچھال دیتا، میں چیخ مار کر دور ہٹ جاتی اور زور زور سے رونا شروع کر دیتی اور وہ سکون سے واپس اپنے کمرے میں گھس جاتا۔ دیواریں پھلانگنے اور کھڑکیوں سے کودنے میں اسے حد درجہ مہارت حاصل تھی۔ جب تک سب جمع ہوتے وہ دیوار پر چڑھ کر کھڑکی سے واپس اپنے کمرے میں گھس چکا ہوتا تھا اور میرے ہزار یقین دلانے پر بھی دادی اماں یہ بات مانتی نہ تھیں کہ سانپ اسی نے پھینکا ہے۔ الٹا مجھے ڈانٹ پھٹکار کر مما کی بھی کلاس لینا شروع ہو جاتی تھیں۔

"ماؤں کا کام ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی اچھی تربیت کریں، یہ تربیت کر رہی ہو تم لڑکی کی۔ سات برس کی ہو گئی ہے اور چیخ چیخ کر شور ایسے مچا رہی ہے کہ میرا تو دل ہی دہل گیا۔ کسی روز تمہاری اسی لاڈلی کی وجہ سے دیکھ لینا میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ ایسے چیختی ہے کہ میرا تو دل بند ہونے لگتا ہے۔"

وہ مما کو ملامت کرتی مجھ پر قہر آلود نظریں ڈالتی وہاں سے چلی جاتیں اور مما یہ یقین ہونے کے باوجود کہ میں سچ کہہ رہی تھی۔ بجائے چپ کرانے کے فوراً ہی واپس کچن میں چلی جاتیں۔ رات میں مجھے اور روشنا کو سوتے وقت مما کہانی ضرور سنایا کرتی تھیں اور دن بھر میں وہی وقت ہوتا تھا جب ہمیں مما سے بات کرنے کا موقع ملتا تھا۔ وہ مجھے اور روشنا کو عون سے کم سے کم بات کرنے کے لیے کہتیں۔

''مما! مجھے تو عون سے بہت ڈر لگتا ہے، میں تو اسے دیکھ کر فوراً کمرے میں چھپ جاتی ہوں۔''

روشنا جلدی سے صفائی دیتی تو وہ سر ہلا کر مجھے سمجھانے لگتیں مگر میں روشنا کی طرح ڈر کر اور چھپ کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ روشنا پوری کی پوری مما پر پڑی تھی اور میں شاید اپنے ددھیال پر چلی گئی تھی۔ عون کی ڈرائنگ بہت اچھی تھی اور اسکول میں اس حوالے سے اسے بہت سے پرائز ز اور سرٹیفکیٹس وغیرہ بھی ملتے رہتے تھے۔

مجھے یاد ہے ایک مرتبہ سانپ والی بدتمیزی پر میں نے اس کی بالکل نئی بنائی ہوئی ڈرائنگ پر انک کی بوتل گرا دی تھی۔ بوتل کا ڈھکن کھول کر اس اینگل سے ٹیڑھا کر کے رکھ دیا تھا کہ سب کو لگے کہ جیسے کسی کا ہاتھ غلطی سے ٹکرا گیا ہوگا۔ عون تو عون ستارہ آنٹی اور دادی اماں تک نے گھر میں واویلا مچا دیا تھا، اس نے صاف صاف سب کے سامنے میرا نام لیا تھا۔ ظاہر ہے اسے معلوم تھا کہ کل سانپ والی حرکت کے بعد یہ جوابی حرکت کون کر سکتا تھا۔

دادی اماں نے اس روز پہلی مرتبہ میرے منہ پر تھپڑ مارا تھا، ستارہ آنٹی نے زبانی ہی برا بھلا کہنے پر اکتفا کیا تھا۔ مما دور کھڑی سب دیکھ رہی تھیں، ان کی اتنی جرات ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ وہ میری حمایت میں ان دونوں سے کچھ کہتیں۔ روشنا مجھے تھپڑ لگتا دیکھ کر ڈر کر چھپ گئی تھی اور وہ بدستور نگاہیں ترچھی کر کے میری طرف دیکھ رہا تھا یوں جیسے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ مجھ کچا چبا جائے۔

میں اس روز مما سے بھی بدظن ہو گئی تھی۔ دادی نے مجھے مارا اور مما نے انہیں کچھ بھی نہیں کہا، مجھے آ کر بچایا بھی نہیں۔ میں بیٹھ کر بہت دیر تک روتی رہی تھی۔ کہکشاں آپی نے آ کر مجھے چپ کرانے اور پیار کرنے کی کوشش کی تو میں نے ان کا ہاتھ نفرت سے جھٹک دیا تھا، وہ بھی تو ستارہ آنٹی کی بیٹی تھیں، عون کی بہن تھیں۔

مما نے اکیلے میں پیار کیا تو مجھے ان کے پیار کرنے کی ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی تھی۔ وہ مجھے پیار سے یہ بات سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ غلطی میری تھی اور بڑے اگر غلطی ہونے پر کچھ ڈانٹ ڈپٹ کر لیں تو اس پر ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اس بات کا ذکر پاپا سے نہ کرنے کا مجھ سے زبردستی وعدہ لیا تو مجھے مما پر اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ اگلے روز اسکول جاتے ہوئے میں اس سے منہ پھیر کر سائنس کے سوالات دہراتی رہی تھی۔

اس روز ہمارا سائنس کا ٹیسٹ تھا۔ مجھے ٹیسٹ کی تیاری پاپا نے کرائی تھی، مما کو تو گھر کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی کہ وہ ہمیں پڑھا سکتیں۔ سو مما کبھی کبھار اتفاقاً ہی پڑھائی میں کچھ مدد کرتی تھیں۔

سائنس کا پیریڈ شروع ہوا اور ٹیچر نے سوالات بورڈ پر لکھ دیے تو ہم سب ٹیسٹ کرنے میں مصروف ہو گئے۔ میں بڑے مگن انداز میں ڈائیگرام بنانے کے بعد اس میں کلر کر رہی تھی، جب ٹیچر اپنی سیٹ سے اٹھ کر ایک دم میرے پاس آ گئی تھیں۔ میرے سر پر کھڑی وہ مجھے بہت غصے سے گھور رہی تھیں۔ میں ابھی ان کے گھورنے پر حیران ہو ہی رہی تھی کہ انہوں نے میری ڈیسک پر کونے میں مڑے ہوئے اس کاغذ کو اٹھا لیا اور اسے کھول کر دیکھنے لگیں، جس چیپٹر کا آج ٹیسٹ تھا اس کے تقریباً تمام سوالات اس پیپر پر لکھے ہوئے تھے۔

میں نے رو رو کر انہیں یقین دلانے کی بہت کوشش کی کہ میں چیٹنگ نہیں کر رہی تھی۔ مگر وہ میری بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھیں۔ میرے ہاتھ سے ٹیسٹ پیپر چھین کر انہوں نے کھڑا رہنے کی سزا سناتے ہوئے یہ دھمکی بھی دی تھی کہ پیرنٹس میٹنگ میں وہ مما پاپا سے میری اس حرکت کی شکایت ضرور کریں گی۔ ساری کلاس کے سامنے ڈانٹ پڑنے اور سزا ملنے پر میری بری حالت تھی۔ کھڑے کھڑے میں سر جھکا کر روئے چلی جا رہی تھی۔

روتے روتے اچانک ہی میرا دھیان عون کی طرف چلا گیا تو میں نے ایک دم چونک کر اس کی طرف دیکھا وہ ٹیسٹ کرنے میں مصروف تھا مگر چہرے پر بڑی خوشی سے بھرپور مسکراہٹ نظر آ رہی تھی وہ میرے آگے والی رو میں بیٹھتا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلے تاثرات مجھے یہ سمجھانے کے لیے کافی تھے کہ یہ حرکت کس کی ہے، اب چاہے میں اس سے جتنا بھی لڑ جھگڑ لیتی، اسے جتنا چاہے برا کہہ لیتی اس سے فرق تو کچھ بھی نہیں پڑنا تھا۔ میری جو بے عزتی کلاس میں سب کے سامنے اس نے کروانا چاہی تھی وہ تو ہو چکی تھی، حالانکہ میں پڑھائی میں بہت اچھی تھی۔ سائنس اور انگلش کے ٹیچرز کی تو میں خاص طور پر بہت پسندیدہ تھی مگر اس واقعہ کے بعد سائنس کی ٹیچر پڑھاتے پڑھاتے کوئی بھی سوال پوچھتیں تو سب سے پہلے مجھے ہی کھڑا کر کے جواب مانگتیں۔ ٹیسٹ لیتیں تو خاص طور پر میرے پاس آ کر ضرور تھوڑی تھوڑی دیر بعد کھڑی ہو جاتیں اور میں ان کی نظروں میں اپنا امیج خراب ہو جانے پر سوائے رونے کے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

وہ بہت ذہین تھا، اگر سنجیدگی سے دل لگا کر پڑھتا تو شاید ہر سال اسکول میں ٹاپ کیا کرتا مگر دادی اماں کے نازنخروں نے اسے بری طرح بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔ ہوم ورک بھی وہ بہ حالتِ مجبوری کیا کرتا، اگلے دن پیپر ہوتا اور وہ اطمینان سے دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہا ہوتا۔

پڑھائی میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیئے بغیر بھی وہ اسکول میں بڑی مشہور و معروف قسم کی شخصیت تھا۔ اسپورٹس کی بات ہو رہی ہے تو وہ ہر کھیل میں سب سے آگے ہے۔ سوئمنگ اس سے اچھی کوئی نہیں کر سکتا، کرکٹ، ٹیبل ٹینس وہ بہترین کھیلتا، ڈراموں میں اداکاری کی بات ہے تو اس سے اچھا اداکار کوئی نہیں۔ شیکسپیئر کے ڈراموں کو اسٹیج کرنا ہوتا تو عون سے بہتر ڈائیلاگ ڈلیوری اور درست تلفظ کسی کا بھی نہیں ہوتا تھا، گانوں کی بات ہو رہی ہے تو وہ کسی بھی مشہور گلوکار کا گایا ہوا گانا بڑے بہترین انداز میں گا لیا کرتا تھا۔ وہ اسکول والوں کے لیے قیمتی اثاثہ تھا اس لیے پرنسپل تک اس کے نازنخرے بخوشی اٹھا لیا کرتے تھے اسکی وجہ سے ہر ٹرافی اور ہر شیلڈ ہمارے اسکول کے ہی حصے میں آیا کرتی تھی۔

پتا نہیں کون لوگ ہیں جو یہ کہا کرتے ہیں کہ پڑھو گے لکھو گے تو بنو گے نواب۔ وہ تو کھیل کود کر نواب بنا پھرتا تھا اور میں پڑھائی میں اچھی ہونے کے باوجود اتنی ہر دل عزیز نہیں تھی۔ پہلے صرف گھر والے ہی اس کی تعریفیں کیا کرتے تھے جبکہ اب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ باہر والوں کے لیے بھی کچھ خاص قسم کی شخصیت بنتا چلا جا رہا تھا۔ ان غیر ضروری مدح سرائیوں نے اس کا دماغ بری طرح خراب کر دیا تھا۔ وہ اپنے دوستوں میں راجہ اندر بنا پھرتا تھا۔

گھر کے حالات ویسے ہی تھے۔ وہی دادی اماں اور ستارہ آنٹی کا ناروا سلوک اور وہی مما کا صبر۔ ان دنوں مما کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ خاموشی سے ہر ظلم سہنے اور کسی سے بھی دل کا حال نہ کہنے کی وجہ سے وہ بہت ہی زیادہ کمزور ہو گئی تھیں۔ پھر اس روز کسی رشتہ دار کی آمد پر دعوت کا ڈھیر

سارا کھانا پکاتے ہوئے مما کچن میں ہی چکرا کر گر گئی تھیں۔

پاپا کو اس روز میں نے پہلی بار دادی اماں سے خفگی سے بات کرتے سنا تھا۔ پاپا کے زیادہ کہنے سننے پر وہ رونے بیٹھ گئی تھیں۔ ستارہ آنٹی ان کے غصے کو اور ہوا دے رہی تھیں۔ ''ارے میرے بیٹے کو قابو میں کر لیا، میسنی، ڈائن۔'' وہ مما کو مختلف برے برے ناموں سے یاد کر رہی تھیں۔

اس واقعہ کے تین چار روز بعد ہی ہم لوگ الگ گھر میں شفٹ ہو گئے تھے۔ پاپا نے کرائے کا الگ گھر لے لیا تھا۔ پاپا کی جاب بہت اچھی تھی کہ ہمیں دادا جان کی دولت جائیداد میں سے کچھ نہ بھی ملتا ہم تب بھی بہت خوشحال زندگی گزار سکتے تھے۔ بڑے پاپا کے علاوہ گھر کا ہر فرد ہمارے الگ ہونے پر ناراض ہو گیا تھا۔ دادی اماں نے تو پاپا کی زندگی بھر شکل نہ دیکھنے کی قسم کھالی تھی۔ بڑے پاپا نے پاپا کے اس فیصلے کو بالکل درست قرار دیا تھا بلکہ ان کا کہنا تھا کہ پاپا کو یہ فیصلہ آج سے چند سال پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔

مما علیحدہ ہو جانے پر خوش نہیں تھیں، انہیں دادی اماں کی ناراضی کا غم بہت بری طرح پریشان کیے رکھتا تھا۔ جہاں تک ہم بہنوں کی بات تھی تو ہم دونوں ہی نے یہاں آ کر سکون کا سانس لیا تھا۔ ہم اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت خوش وخرم اور مطمئن تھے۔ روشنا اور میں جو اس گھٹے ہوئے ماحول میں رہتے رہتے عجیب سے احساسِ کمتری میں مبتلا ہو گئے تھے یہاں آ کر آہستہ آہستہ نارمل ہونے لگے۔

ہمارے الگ ہونے کے چار مہینے بعد اریج پیدا ہوا تھا۔ ہمارا پیارا سا چھوٹا بھائی۔ میں اور روشنا دونوں ہی بھائی کے ہونے پر بہت خوش ہوئے تھے۔ اپنی زندگی کے وہ سال جو دادی اماں کے زیرِ سایہ گزارے تھے انہوں نے لاشعوری طور پر مجھے اور شاید روشنا کو بھی متاثر کیا تھا۔ اگر ہماری ایک اور بہن ہو جاتی تو شاید ہم لوگ باقاعدہ سوگ مناتے۔ شکر تھا کہ عون کی ویلیوکم کرنے کے لیے خاندان میں ایک اور لڑکا پیدا ہو گیا تھا۔

بڑے پاپا، ستارہ آنٹی کو لے کر اریج کو دیکھنے آئے تھے مگر دادی اماں کی ناراضی بدستور قائم تھی۔ انہوں نے ہمارے گھر قدم نہ رکھنے اور پاپا کو نہ دیکھنے کی جو قسم کھائی تھی وہ اسے توڑنے پر تیار نہ تھیں مگر مما کی نیک فطرت دادی اماں کو منائے بغیر کیسے رہ سکتی تھی، چنانچہ وہ پاپا کے پیچھے لگ گئیں اور آخر کار انہیں منا کر ہی دم لیا۔ سودل نہ چاہنے پر بھی ہم مما پاپا کے ساتھ وہاں آ گئے۔

بڑے پاپا کے بہت سمجھانے اور مما کے بہت معافیاں مانگنے پر بھی انہوں نے ہم لوگوں سے ملنا گوارا نہیں کیا تھا اور کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئی تھیں۔

دادی اماں کی ناراضی پورے دو سال چلی تھی اور ناراضی ختم ہونے کا باعث ان کی شدید قسم کی بیماری بنی تھی تب ہی انہوں نے پہلی مرتبہ مما کے سر پر پیار سے ہاتھ بھی پھیرا تھا اور مجھے، روشنا اور اریج کو بھی پیار کیا تھا۔ پاپا تو ان کی ناراضی کے زمانے میں بھی ہفتے میں ایک بار وہاں ضرور جایا کرتے تھے مگر مما اور ہم لوگ اس دوران کبھی دوبارہ وہاں نہیں گئے تھے۔

مما کے اپنی ساس کے ساتھ شادی کے اتنے سالوں بعد تعلقات صحیح ہو گئے تھے اور وہ اس پر بہت خوش تھیں۔ دادی اماں اس ری یونین کے بعد صرف دو ماہ ہی زندہ رہی تھیں اور اس دوران ہم لوگ اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ حالانکہ اب وہ ہمیں پیار کرتی تھیں مگر پھر بھی مجھے اور روشنا کو ان سے بہت ڈر لگتا تھا۔ صرف وہی لوگ کیوں مجھے پھپھو کی فیملی سے بھی نفرت تھی۔ میری کسی ددھیالی کزن سے دوستی نہیں تھی۔

عون سے اسکول میں واسطہ پڑتا تھا مگر میری اس سے بھی کوئی خاص بات چیت نہیں ہوتی تھی۔ وہ کلاسز بھی کم ہی اٹینڈ کرتا تھا۔ اس کی غیر نصابی مصروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ وہ اکثر ان ہی میں مصروف رہا کرتا تھا۔ اگر میں اس سے بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی تو وہ بھی مجھے کچھ خاص لفٹ نہیں کرواتا تھا۔ ہاں اب اس نے بچپن والی بدتمیزیاں اور مجھے تنگ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ دادی اماں کے انتقال کے بعد ستارہ آنٹی نے ان کی گدی سنبھال لی تھی۔

ہم لوگ اپنے ذاتی گھر میں شفٹ ہو چکے تھے اور ہمارے گھر میں مما پاپا کے ساتھ ساتھ دنیا جہان کی ہر آسائش اور آرام موجود تھا۔ مما اب ہمیں خود توجہ سے بیٹھ کر پڑھایا کرتی تھیں۔ پڑھائی میں تو ہم اچھے تھے ہی مما کی توجہ نے ہماری صلاحیتوں کو مزید نکھار دیا تھا۔ میٹرک میں میری 88% آئی تھی اور بغیر کسی سفارش اور تعلقات کے مجھے بہترین کالج میں ایڈمیشن مل گیا تھا۔ عون کا اے گریڈ آیا تھا۔ مجھے اس پر بھی بہت حیرت تھی۔ بغیر اے ون گریڈ لائے اسے آدم جی کالج میں داخلہ مل گیا تھا۔ سفارشی کہیں کا، اس کے سگے ماموں جو وہاں پروفیسر تھے۔ اپنی صلاحیتوں پر ایڈمیشن لے کر دکھاتا تو میں جانتی۔

مما پاپا تو میرے اتنے اچھے نمبر لانے پر بہت خوش ہوئے ہی تھے مگر بڑے پاپا بھی بے پناہ خوش ہوئے تھے۔ مجھے خوب شاباش دینے اور شاندار گفٹ دینے کے ساتھ ساتھ وہ مما اور پاپا کے ساتھ بیٹھے عون کے کم نمبر آنے پر افسوس کر رہے تھے اور ستارہ آنٹی کا منہ بیٹے کی برائیاں سن کر اچھی طرح پھول چکا تھا۔ بڑے پاپا کا خیال تھا کہ اتنی کم عمری میں ملنے والی غیر ضروری اہمیت، شہرت اور تعریفوں نے اسے اچھا خاصا بگاڑ دیا ہے۔ وہ پاپا سے بڑی فکر مندی سے اس کی اصلاح کے لیے مشورے طلب کر رہے تھے۔ مجھے ان کی فیملی میں سوائے بڑے پاپا کے کسی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور عون سے تو بالکل بھی نہیں۔ مگر پھر بھی مجھے ایک روز اس بات سے بہت خوشی ہوئی تھی کہ کسی ایک معاملے میں تو میں اس سے آگے تھی۔

کہکشاں آپی کی ستارہ آنٹی نے بی اے کرتے ہی اپنے بھانجے سے شادی کر دی تھی۔ بی اے تک بھی شاید بڑے پاپا کی وجہ سے پڑھ گئی تھیں ورنہ ستارہ آنٹی تو انہیں اپنی طرح میٹرک کرتے ہی رخصت کر دیتیں۔ ان کے شوہر سول سروس میں تھے۔ دونوں میں کم از کم بھی دس بارہ سال کا فرق تھا۔ شادی کے فنکشن سے آ کر مما پاپا سے ان کے شوہر کے عمر میں بڑے ہونے پر ناپسندیدگی کا اظہار کر رہی تھیں جبکہ میں کہکشاں آپی کی قسمت پر رشک کر رہی تھی۔ کتنے ڈیسنٹ اور سوبر سے تھے ایاز بھائی۔ سلور فریم کے گلاسز ان پر کتنے سوٹ کر رہے تھے۔ سنجیدگی اور متانت سے سب سے گفتگو کرتے۔ میں نے انہیں شادی کے کسی فنکشن میں اوٹ پٹانگ مذاق کرتے یا بے ہنگم قہقہے لگاتے نہیں دیکھا تھا۔

انٹر کے دو سال میرے لیے بہت اہمیت کے حامل تھے۔ مجھے اچھی طرح پتا تھا کہ میرے کیریئر کا دارومدار ان ہی دو سالوں پر ہے اسی لیے میں خوب محنت سے پڑھائی کر رہی تھی۔ آگے جا کر میں کمپیوٹر سائنس پڑھنا چاہتی تھی۔ عون بھی میری طرح پری انجینئرنگ گروپ میں تھا۔ اس کی پڑھائی کا کیا حال تھا یہ تو میں نہیں جانتی تھی ہاں البتہ اس کی پہلے سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی مقبولیت سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس نے شوقیہ ماڈلنگ شروع کر دی تھی، اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اس نے اپنا میوزک گروپ بنا لیا تھا، اس کے بینڈ کو ٹی وی پر بھی پرفارم کرنے کا موقع ملنے لگا تھا۔ یونیورسٹی اور مختلف کالجز میں ہونے والے فنکشنز میں تو اس کا بینڈ پرفارم کرتا ہی تھا۔ میری اسکول کی فرینڈز جو اب کالج میں بھی میرے ساتھ تھیں بڑے

جوش وخروش سے اس کا ذکر کیا کرتی تھیں۔ کلاس کی دوسری لڑکیوں کو فخریہ بتاتیں کہ عون ہاشم علی ان کا کلاس فیلو رہ چکا ہے اور میرا تو وہ کزن بھی ہے۔

مجھے لڑکیوں کی اس ذہنیت سے بہت چڑ تھی۔ اس کی جن خوبیوں کی بناء پر لڑکیاں اسے پسند کیا کرتی تھیں ان میں سے کوئی ایک بھی میرے نزدیک قابلِ تعریف بات نہیں تھی۔ گٹار لے کر بے ہنگم ناچ کو دان لوگوں کو بڑی اعلیٰ پائے کی موسیقی لگتی تھی۔ ٹی وی پر دو تین ایڈز کر کے موصوف خود کو کوئی سپر ماڈل سمجھنے لگے تھے۔ خاندان کے کسی فنکشن میں بھی وہ اور اس کے تمام گویّے دوست پوری دھوم دھام سے شرکت کرتے تھے اور لڑکیاں اس پر اور اس کے چھچھورے دوستوں کی اسمارٹ نیس پر فدا ہو ہو جاتی تھیں۔

سیکنڈ ایئر کے امتحان سر پر تھے اور موصوف دل و جان سے اپنے البم کی تیاریوں میں مصروف۔ مجھے اندیشہ تھا کہ انٹر بھی وہ شاید ہی کر پائے مگر جب رزلٹ آیا تو وہ ہمیشہ کی طرح اچھے نمبر لے کر پاس ہو گیا تھا۔ مجھ سے تو اس کی پرسنٹیج بہر حال کم تھی مگر نمبر اچھے تھے۔ میں اس کے پاس ہو جانے کا سن کر چکرا کر رہ گئی تھی۔ ایسی کیا اس کے پاس جادو کی چھڑی تھی کہ پڑھے بغیر پاس ہو جاتا تھا۔ مجھے لگا ضرور اس سب کے پیچھے اس کے پروفیسر ماموں ہی کی مہربانیاں ہوں گی۔ یقیناً ان کے بورڈ میں بھی اچھے تعلقات ہوں گے اور لاڈلے بھانجے صاحب ماموں جان کی عنایتوں کے طفیل خوب اچھے نمبر لے کر بڑے پاپا کی متوقع ڈانٹ پھٹکار سے بھی بچ گئے تھے۔

بڑے پاپا اس کی پڑھائی کے علاوہ دیگر شعبوں میں اعلیٰ ترین کارکردگی پر خاندان کے دیگر افراد اور ستارہ آنٹی کی طرح فخر محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ہر لمحہ اکلوتے بیٹے کے بگڑ جانے کے اندیشے میں گھرے رہتے تھے حالانکہ اب یہ اندیشے بے سود تھے۔ اس کی تربیت دادی اماں اور ستارہ آنٹی کے ہاتھوں ہوئی تھی اور ان دونوں کے بے جا لاڈ پیار نے اسے بہت زیادہ خودسر، ضدی اور بدتمیز بنا دیا تھا یہاں تک کہ اب بڑے پاپا بھی اگر چاہتے تو اسے کسی کام سے روک نہیں سکتے تھے۔

وہ لاڈلے بیٹے کو بی اے اور ایم بی اے کروانا چاہتے تھے۔ ان کا ارادہ اسے آئی بی اے میں داخلہ دلوانے کا تھا مگر اس نے آئی بی اے میں ایڈمیشن لینے سے صاف انکار کر دیا تھا اور انڈس ویلی اسکول میں آرکیٹکچر ڈیپارٹمنٹ میں داخلہ لے لیا تھا۔ بڑے پاپا نے یہ سوچ کر صبر کر لیا کہ چلو بیٹے نے کسی بری فیلڈ کا انتخاب تو نہیں کیا۔

اکلوتے بیٹے کا میرٹ کی بنیاد پر انڈس ویلی میں داخلہ ہوا تھا اور ستارہ آنٹی نے اس خوشی میں گھر پر شاندار قسم کے فنکشن کا اہتمام کیا تھا۔ پڑھائی کی مصروفیات کے سبب میں رشتہ داروں کے ہاں بہت ہی کم جایا کرتی تھی اور ستارہ آنٹی لوگوں کے ہاں تو بہت کم بھی نہیں جایا کرتی تھی مگر اس روز پاپا کے کہنے پر مجھے وہاں جانا ہی پڑا تھا۔

ستارہ آنٹی کے رویّے میں کہکشاں آپی کی شادی کے بعد سے ہی تبدیلی آنی شروع ہو گئی تھی۔ اب مما سے بات کرتے ہوئے ان کا لہجہ طنزیہ نہیں ہوتا تھا۔ مجھ سے، روشنا اور اریج سے بھی بڑی محبت اور پیار کا سلوک کرتی تھیں۔

مما کا خیال تھا کہ ان کا صبر رائیگاں نہیں گیا اور آخر کار وہ سسرال میں اپنی جگہ بناتے اور سب کے دلوں میں گھر کرنے میں کامیاب ہو گئی ہیں۔ میں تو کم از کم یہ بات نہیں مان سکتی تھی کہ وہ بدل گئی ہیں۔ انسان کی فطرت کبھی نہیں بدلتی، بس شاید بیٹی بیاہنے کے بعد سے انہیں تھوڑا بہت

خوفِ خدا ہو گیا تھا اور انہوں نے اپنے رویئے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ کہکشاں آپی کی ساس جوان کی سگی خالہ بھی تھیں فطرت میں ہو بہو اپنی بڑی بہن جیسی تھیں اور انہوں نے کہکشاں آپی کو کافی تنگ کر کے رکھا ہوا تھا وہ تو شکر تھا کہ ایاز بھائی بہت اچھے اور سلجھے ہوئے انسان تھے اور اسی وجہ سے ان کی زندگی خوشگوار گزر رہی تھی۔

''خود کی بیٹی کی بات آئی تو اللہ یاد آنے لگا''۔ میں نے ایک بار مما کے سامنے یہ بات کہی تو وہ بہت ناراض ہوئی تھیں۔

''جو لوگ دوسروں کی تکلیف پر خوش ہوتے ہیں وہ خود بھی کبھی خوش نہیں رہتے''۔

انہوں نے کافی سخت لہجے میں مجھے ڈانٹا تھا۔



اس روز فنکشن میں کہکشاں آپی کی پوری سسرال اور پھپھو کی فیملی کے علاوہ خاندان کے تقریباً تمام افراد بھی وہاں مدعو تھے۔ عون کے دوستوں کی بھی ایک بڑی تعداد وہاں نظر آ رہی تھی۔

''تم نے کہاں ایڈمیشن لیا؟''

میں نے اسے رسمی سی مبارک باد دی تو شکریہ کہتے ہوئے اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔ اس کے ساتھ اسامہ اور دو تین کزنز کے ساتھ ساتھ اس کے چار پانچ دوست بھی کھڑے ہوئے تھے۔

''میں نے بی ایس میں ایڈمیشن لیا ہے''۔ میرے ساتھ روشنا اور اریج بھی کھڑے ہوئے تھے۔

''اوہ بی۔ ایس؟ کہاں کے۔ یو سے؟'' وہ تھوڑا سا حیران ہوا تھا۔

میں نے گردن ہلائی تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا'' این ای ڈی میں ایڈمیشن کیوں نہیں لیا، انجینئر بن کر ملک و قوم کی خدمت نہیں کرنی تمہیں''؟

میرے اتنے اچھے نمبر تھے کہ مجھے این ای ڈی میں بڑے آرام سے داخلہ مل سکتا تھا مگر وہاں داخلہ نہ لینا میری اپنی چوائس تھی۔

''یہاں تو ویسے بھی جسے دیکھو ڈاکٹر یا انجینئر بن کر ہی ملک و قوم کی خدمت کرنے کا عزم رکھتا ہے''۔

اس کا لہجہ پتا نہیں کیوں مجھے طنزیہ محسوس ہو رہا تھا۔

''اللہ کا شکر ہے میرا ذہن اتنا محدود نہیں ہے، مجھے پتا ہے کہ میڈیسن اور انجینئرنگ کے علاوہ بھی بہت اچھی اچھی فیلڈز ہیں جن میں انسان اگر چاہے تو ملک و قوم کی خدمت کر سکتا ہے''۔

میں نے اچھے خاصے تپے ہوئے انداز میں اسے جواب دیا تھا۔ اس نے میرے انداز پر غور کیا تھا یا نہیں مگر وہ اب اپنے دوستوں کو ہنستے ہوئے بتا رہا تھا'' مائلہ اور میری ڈیٹ آف برتھ ایک ہی ہے، اپنی سالگرہ کا کیک ہم دونوں نے اکٹھے کاٹا تھا''۔

اس کے دوست اس بات پر بہت حیران ہو رہے تھے۔ بہت سالوں بعد یہ میری اس سے طویل گفتگو ہوئی تھی جو بمشکل چار یا پانچ منٹ

جاری رہی ہو گی۔

ڈیٹ آف برتھ والی بات پر اس کے ایک منہ پھٹ قسم کے دوست کا بے ساختہ تبصرہ ''Oh valentinesday whata coincidence'' مجھے اچھا خاصا غصہ دلا گیا تھا۔ چودہ فروری میری تاریخ پیدائش تھی اور اس روز سے پہلے میں نے یہ بات کبھی بھی اتنی اہمیت دے کر نہیں سوچی تھی کہ ہم دونوں کی تاریخ پیدائش ایک ہی ہے۔ روشنا اور تمام کزنز سمیت سب ہی اس بات کو مذاق کے طور پر انجوائے کرتے ہوئے ہنس پڑے تھے جبکہ میرا موڈ بری طرح خراب ہو گیا تھا۔

یونیورسٹی میں کلاسز شروع ہوئیں تو میں ایک مرتبہ پھر پوری تندہی سے اپنی اسٹڈیز میں مصروف ہو گئی۔ روشنا اور اریج مجھے کتابی کیڑا اور پڑھاکو آنٹی کہہ کر چھیڑنے لگے تھے مگر BS کی ٹف پڑھائی کوئی مذاق نہیں تھی، میں تو پہلے ہی سال میں بوکھلا کر رہ گئی تھی۔ امتحان کی تیاری پوری ہوتی میں تب بھی نروس رہا کرتی تھی جبکہ روشنا اور اریج میرے برعکس ہمیشہ پرسکون پائے جاتے تھے۔ روشنا خاص طور پر امتحانوں کے دنوں میں بھی موقع نکال کر بڑے آرام سے فلمیں دیکھ لیا کرتی تھی، شاپنگ کرنے چلی جایا کرتی تھی، کچن میں مما کا ہاتھ بٹا دیا کرتی تھی۔

انٹر کے بعد روشنا نے بھی انڈس ویلی میں ایڈمیشن لے لیا تو عون کا ذکر ہمارے گھر میں کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہونے لگا۔ وہ اسکول کے زمانے میں لڑکیوں کا فیوریٹ تھا اب تو خیر بات ہی کیا تھی۔ باقی لڑکیوں کی تو خیر ہے مگر روشنا کے منہ سے اس کے قصیدے سن سن کر میں بیزار ہو گئی تھی۔ تنگ آ کر ایک دن میں نے اسے ٹوکا تو وہ برا ماننے بغیر ہنستے ہوئے بولی ''تم بری بری شکلیں بناتی رہو، میں تو اس کی کزن ہونے کے ناطے فخر محسوس کرتی ہوں''۔

''اس گویئے کی کزن ہونے پر صرف تم جیسی احمق لڑکیاں ہی فخر محسوس کر سکتی ہیں''۔ میں روشنا پر بگڑی تھی۔

''تم اس سے جیلس ہوتی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک غیر معمولی انسان ہے۔ بہت اچھا کیا اس نے جو آئی بی اے میں ایڈمیشن نہیں لیا تھا۔ بالکل درست فیلڈ چنی ہے اس نے اپنے لیے۔ اس کی ذہانت کی دھوم ہے وہاں۔ اس کے اکثر اساتذہ کی نظر میں وہ ایک پیدائشی آرکیٹکٹ ہے۔ تم اگر پچھلے دنوں ہمارے ہاں ہونے والی ایگزیبیشن میں آئی ہوتیں تو اس کے بنائے ہوئے مختلف بلڈنگز کے ماڈلز دیکھ کر دنگ رہ جاتیں۔ اس کے کونسیپٹس اور کریٹیویٹی کو سب ہی نے کتنا اپریشیئیٹ کیا تھا''۔

روشنا کی جیلسی والی بات مجھے بہت بری لگی تھی۔ اب یہی اوقات رہ گئی ہے میری کہ میں عون ہاشم علی سے جلوں گی اور کوئی نہیں رہ گیا جلنے کے لیے۔ ٹی وی وغیرہ پر ویسے اب اس کی آمد خاصی کم ہو گئی تھی۔ شاید بڑے پاپا کی فضیحتوں نے آخر کار کام دکھا ہی دیا تھا اور بیٹا سنجیدگی سے پڑھائی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

روشنا تو فائن آرٹس میں تھی مگر عون سے اس کی پھر بھی اچھی ہائے ہیلو تھی۔ دو چار مرتبہ وہ ہمارے گھر روشنا کو ڈراپ کرنے بھی آیا تھا ورنہ اس کا ہمارے گھر کوئی خاص آنا جانا نہیں تھا۔

☆

میرے آخری سمسٹر کے ایگزامز ہونے والے تھے جب بڑی خالہ کے ہاں سے صدف کی شادی کا بلاوا آیا۔ان کے گھر کی پہلی شادی تھی لہٰذا ہمارے ہاں سے سب کی شرکت لازمی تھی۔وہ دونوں جانے کے لیے بہت پر جوش تھے۔

''واہ سے کوئی خاص دور تھوڑی ہے مری وغیرہ، ہم مری بھوربن سب جگہیں گھوم کر آئیں گے''۔

وہ دونوں مجھے جلانے کے لیے خوب مزے لے لے کر گھومنے پھرنے کے پروگرام ترتیب دے رہے تھے۔شادی کی تاریخوں میں میرے امتحان ہونے والے تھے۔اس روز ستارہ آنٹی اور بڑے پاپا ہمارے گھر آئے ہوئے تھے۔مما کے منہ سے شادی میں جانے کا ذکر سن کر ستارہ آنٹی نے فوراً ہی بڑی گرم جوشی سے مجھے اپنے گھر ٹھہرنے کی پیشکش کی۔سب لوگوں کے بغیر مجھے اکیلے تو گھر میں رہنا نہیں تھا، میرا ارادہ یہی تھا کہ چھوٹی خالہ کے پاس رک جاؤں گی۔ بیماری کے سبب وہ شادی میں شرکت نہیں کر رہی تھی اور میرا شروع ہی سے اپنے ننھیال کی طرف زیادہ جھکاؤ رہا تھا مگر اب ستارہ آنٹی کی پر خلوص پیشکش پر مما جیسی مروت کی ماری ہوئی خاتون انکار کیسے کر سکتی تھیں۔وہ چاہتیں تو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر منع بھی کر سکتی تھیں مگر انہوں نے تو سسرالیوں کو سر آنکھوں پر بٹھانے اور ان کی کوئی بات رد نہ کرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی سو انکار کیسے کرتیں۔سب کے سامنے میں کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی مگر بعد میں ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں مما سے اس بات پر ناراض ہوئی تھی۔انہوں نے میری ناراضی کا بالکل بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔

''چار پانچ دن کی تو بات ہے، چاہے خالہ کے گھر رہ لو چاہے بڑے پاپا کے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔کون سا سال دو سال تمہیں وہاں قیام کرنا ہے، وہ اتنی محبت سے کہہ رہی تھیں مجھے منع کرنا اچھا نہیں لگا''۔

پتا نہیں ان کی مکاری میں مما کو محبت کہاں سے نظر آجاتی تھی۔ مجھے تو ان کا میٹھا شہد جیسا لہجہ بھی مکاری سے بھرا ہوا محسوس ہوتا تھا۔برے دل سے یا اچھے دل سے میں بہرحال ان کے گھر آگئی تھی۔

مما پاپا وغیرہ کے جانے سے پہلے ہی بڑے پاپا مجھے خود لینے آگئے تھے۔کتنے دنوں بعد میں ان لوگوں کے گھر آئی تھی۔اس فنکشن کے بعد ان چار سالوں میں شاید میں دوسری مرتبہ ان کے گھر آئی تھی۔یہاں آکر مجھے بچپن کے بہت سے تکلیف دہ واقعات یاد آجاتے تھے۔

''دیکھیں! کیسی رونق ہوگئی ہے گھر میں مائلہ کے آنے سے، واقعی گھر میں بیٹیوں کے ہونے سے رونق ہوتی ہے''۔

ستارہ آنٹی میرے کندھے کے گرد محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بڑے پاپا سے مخاطب ہوئیں تو وہ بھی تائیدی انداز میں مسکرا دیے تھے۔

''کہکشاں کی شادی کے بعد سے تو یہاں الو بولتے ہیں، عون کی اپنی اتنی مصروفیات ہیں کہ وہ رات گئے ہی گھر واپس آتا ہے اور گھر آکر یا تو پڑ کر سو جائے گا یا پھر وہ ٹیڑھی میڑھی لکیریں کھینچنے بیٹھ جائے گا''۔

وہ بیٹے کی عدیم الفرصتی پر نالاں نظر آرہی تھیں۔میرے آنے سے پہلے ہی انہوں نے میرے لیے کمرہ وغیرہ ٹھیک کروا رکھا تھا۔ڈنر پر میری وجہ سے خوب دعوتی اہتمام تھا، ان کے اور بڑے پاپا کے محبت بھرے اصرار پر میں نے بے تکلفی سے کھانا کھایا تھا۔ان کے ہاتھ کا پکا کھانا جس کی سارے خاندان میں دھوم تھی۔اگر وہ مکاری کر رہی تھیں، بڑے پاپا کو دکھانے کے لیے یہ سب کر رہی تھیں تب بھی میں وقتی طور پر ان کے خلوص

سے متاثر ہوگئی تھی۔ کھانے کے بعد میں کمرے میں آ کر پڑھنے بیٹھ گئی تو وہ تھوڑی ہی دیر بعد میرے لیے کافی بنا کر لے آئیں۔

''دیر تک جاگ کر پڑھو گی، کافی سے نیند بھاگ جائے گی''۔ انہوں نے اپنائیت سے کہا تو میں نے شکریہ کے ساتھ کپ لے لیا تھا۔

عون سے اگلی صبح ناشتے کی میز پر ملاقات ہوئی تھی۔

''کیسی ہو؟'' اخبار پر سے نظریں ہٹا کر اس نے میری طرف دیکھا تھا۔

''ٹھیک ہوں''۔ میں کہہ کر بیٹھ گئی۔

چائے کا کپ خالی کرتے ہوئے وہ اٹھا تو ستارہ آنٹی فوراً بولیں ''دو چار منٹ ٹھہر جاؤ، مائلہ ناشتہ کر لے تو اسے بھی ساتھ لیتے جانا''، وہ گردن ہلا کر واپس بیٹھ گیا۔

بچپن کے بعد سے اب اتنے سالوں بعد وہاں آنا اور ان لوگوں خصوصاً عون سے بات چیت کرتے ہوئے مجھے بڑی اجنبیت کا احساس ہو رہا تھا۔ اتنے قریبی رشتے کے باوجود مجھے ان لوگوں سے بہت تکلف سا محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف بغور دیکھا، بلاوجہ کی ڈیوٹی نبھانی تو کسی کو بھی اچھی نہیں لگتی، پھر مجھ میں اس کے لیے چارم تھا بھی کیا، میں اس کی گرل فرینڈ کی طرح گلیمرس نہیں تھی۔ کتابی کیڑا ٹائپ لڑکیاں ایسے فلرٹ لوگوں کو کبھی بھی اچھی نہیں لگ سکتیں۔ اسے تو یقیناً شوخ بھڑکیلے میک اپ اور ماڈرن نظر آنے والی ایسی لڑکیاں جو اسے دیکھ کر سرد آہیں بھرتی ہوں اچھی لگتی ہوں گی مگر میں اس کے تاثرات سے یہ اندازہ نہیں لگا پائی کہ وہ اس بات پر ناراض ہوا ہے یا نہیں۔ راستے میں پڑھائی کے حوالے سے ہی اس نے مجھ سے تھوڑی بہت بات چیت کی۔

مجھے یونیورسٹی ڈراپ کر کے وہ خدا حافظ کہتا چلا گیا تو میں سیمینار لائبریری میں آ گئی، کل ہونے والے پیپر کے ساتھ ہی مجھے اسائنمنٹ بھی جمع کروانا تھا، اسائنمنٹ زیادہ اچھا بنانے کے چکر میں ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا تھا، بات بات پر پریشان ہونا تو یوں بھی میری پرانی عادت تھی اسی لیے تھوڑی تھوڑی پریشانی شروع ہو چکی تھی، اسائنمنٹ تو تقریباً بن ہی چکا تھا، دو چار پوائنٹس ہی رہ گئے تھے اور انہیں میں نے سیمینار لائبریری میں بیٹھ کر مکمل کر لیا مگر اب اتنے سارے صفحات ٹائپ کرنا اور وہ بھی اتنے مختصر وقت میں مجھے پریشان کر رہا تھا، پیپر کی تیاری پوری تھی مگر سب کچھ دہرانا بھی تھا۔

دو ڈھائی گھنٹے یونیورسٹی میں لگے اور میں فوراً ہی گھر واپس آ گئی، ستارہ آنٹی سے کمپیوٹر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ایک کمپیوٹر اسٹڈی میں اور ایک عون کے کمرے میں رکھا ہے۔ میں اسٹڈی میں آ کر اسائنمنٹ ٹائپ کرنے لگی مگر وہاں کہیں بھی مجھے پرنٹر نظر نہیں آ رہا تھا، میرا خیال تھا کہ پرنٹر اس نے اپنے کمرے میں رکھا ہوا ہوگا۔

میں چپ چاپ یہ سوچ کر ٹائپنگ کرتی رہی کہ رات میں جب وہ گھر آئے گا تو اس سے پوچھ کر پرنٹ آؤٹ نکال لوں گی۔ دن بھر وقفے وقفے سے پڑھتی بھی رہی اور اسائنمنٹ بھی مکمل کرتی رہی۔ کل کی بہ نسبت وہ آج جلدی واپس آ گیا تھا، ستارہ آنٹی کھانا لگانے کی تیاری کر رہی تھیں۔

''کیسی ہو رہی ہے تمہاری تیاری؟'' چمچ سے پلیٹ بجاتے ہوئے اس نے مجھ سے پوچھا تو سالن کا ڈونگہ ٹیبل پر رکھتی ہوئی ستارہ آنٹی فوراً بولیں ''سارا دن پڑھتی رہی ہے، میں تو اسے دیکھ دیکھ کر ہولتی رہی، اتنی کمزوری تو ہے اور اوپر سے اتنی مشکل پڑھائی''۔

وہ کچھ نہ بھی بتاتیں تب بھی میرا حلیہ دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ میں پاگلوں کی طرح پڑھتی رہی ہوں۔ تیل چپڑے ہوئے بال اور سوٹ سے میچ نہ کرتا ہوا دوپٹہ، تیل کل رات میں نے یہ سوچ کر ڈال لیا تھا کہ صبح شیمپو کرلوں گی مگر دن بھر اسائنمنٹ کے چکر میں الجھ کر شیمپو کرنا یاد ہی نہیں رہا تھا۔

''عون! تمہارے پاس پرنٹر ہے؟'' کھانے کے دوران ہی میں نے اس سے پوچھا تو اس نے گردن ہلا دی تھی۔

''مجھے کچھ پرنٹ آؤٹس نکالنے ہیں'' میں نے اسے بتایا۔

کھانے کے بعد وہ مجھے اپنے کمرے میں لے آیا۔

''یہ پرنٹر تم مجھے ایک رات کے لیے ادھار دے سکتے ہو، میں اسٹڈی میں ہی آرام سے ٹائپ کر کے پرنٹس لے لوں گی''۔

''اسٹڈی میں کیوں، تم اطمینان سے یہاں پر بیٹھ کر ٹائپ کرلو''۔

میرے کہنے پر اس نے فراخ دلانہ انداز میں کہا تو میں نے انکار اس وجہ سے نہیں کیا کہ اسٹڈی اتنے کونے میں بالکل الگ تھلگ سے کمرے میں بنائی گئی تھی اور رات کے وقت اکیلے وہاں بیٹھنے کا تصور ہرگز بھی خوشگوار نہیں تھا۔ آفر بھی اس نے خود ہی کی تھی میں نے تو اس سے التجا نہیں کی تھی کہ مجھے اپنے کمرے میں بیٹھ کر کام کرنے دو۔ میں جتنا ٹائپ کر چکی تھی وہ فلاپی پر کاپی کر کے اپنی فائل سمیت دوبارہ اس کے کمرے میں آ گئی۔ وہ ڈرائنگ بورڈ پر شیٹ پھیلائے کام میں مصروف تھا، اردگرد ڈھیر سارے پوائنٹرز، پنسلیں، مارکرز وغیرہ پھیلائے وہ ڈرائنگ بنانے میں مگن تھا۔ مجھے بچپن میں اس کی ڈرائنگ پر انک گرانے والی بات آج تک یاد تھی، پتا نہیں اسے بھی یاد تھی یا وہ بھول چکا تھا۔ ستارہ آنٹی ہم دونوں کے لیے کافی لے کر آئیں۔

''تھوڑی سی دیر سو جاؤ، رات بھر جاگ کر صبح پرچہ کیا خاک دیا جائے گا'' انہوں نے بالکل مماوالے انداز میں تشویش ظاہر کی۔

''سو گئی تو میرے اسائنمنٹ کا کیا ہوگا'' میں نے کافی کا سپ لیتے ہوئے تھکے تھکے انداز میں کہا تو عون پوائنٹر بند کرتا میری طرف گھوم کر بولا ''آخری دن کے لیے کام کیوں چھوڑ کر رکھا ہوا تھا''۔

اب مجھے اس سے بحث کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی، اتنے دنوں سے بھی میں کوئی فارغ نہیں بیٹھی ہوئی تھی، پڑھنے ہی میں مصروف تھی، وہ کچھ دیر بڑے غور میری طرف دیکھتا رہا پھر ایک دم اٹھ کر میرے پاس آ گیا۔

''جس سپیڈ سے تم ٹائپ کر رہی ہو یہ کل شام تک ہی ٹائپ ہو پائے گا، ہٹو میں کر دوں''۔

میں اس کی پیشکش پر حیران ہوتی جلدی سے انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولی ''میں کرلوں گی''۔

''مانا کہ میں تمہاری طرح کمپیوٹر سائنس کا اسٹوڈنٹ نہیں ہوں مگر ٹائپنگ اسپیڈ میری بہرحال تم سے کہیں زیادہ اچھی ہے، چیٹنگ کرنے کا اور کوئی فائدہ ہوتا ہو یا نہیں کم از کم بندے کی ٹائپنگ اسپیڈ تیز ہو جاتی ہے'' وہ اپنی بات کو انجوائے کرتا ہوا خود ہی ہنس پڑا۔

''تمہارے کام کا حرج ہوگا عون!'' میں اس کی مدد لینے سے ہچکچا رہی تھی۔

''وہ اتنا اہم...... کام نہیں ہے، کل کرلوں گا۔ فرنٹ ایلیویشن ہوچکی ہے کھڑکیوں، دروازوں کی ڈیٹیلنگ رہ گئی ہے وہ کل ہوجائے گی''۔

اس نے لاپروائی سے جواب دیا تو میں کمپیوٹر کے سامنے سے ہٹ گئی تھی۔ اس کی اسپیڈ واقعی بہت اچھی تھی، کھٹا کھٹ اس کے ہاتھ کی بورڈ پر چل رہے تھے۔ پتا نہیں اس کی سمجھ میں میری رائٹنگ آئے گی یا نہیں میں نے اس میں کاٹا پیٹی بھی تو بہت زیادہ کی ہوئی تھی، یہی سوچ کر میں وہیں اس کے بیڈ کے کونے پر ٹک کر اپنی لیکچر نوٹ بک کھول کر بیٹھ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو مجھے عجیب سا لگتا رہا تھا جس سے کبھی میری سرسری سی بھی بات نہ ہوتی تھی اس کا احسان لینا مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا مگر وہ مجھ سے لاتعلق بڑی تیز رفتاری سے ٹائپ کیے چلا جارہا تھا۔ پیر لٹکا کر بیٹھے بیٹھے پاؤں سن سے محسوس ہونے لگے تو میں بیڈ کے اوپر ٹانگیں رکھ کر بیٹھ گئی اور لیکچرز میں سے خاص خاص باتیں دہرانے لگی۔

''تم ابھی تک رٹو طوطا ہو''؟

کام کرتے کرتے اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ اور یہ بات مجھے دونوں ہی زہر لگے، جل ککڑا کہیں کا۔ میں ہمیشہ اسکول میں پوزیشن جو لیتی تھی اور وہ خود ''بی گریڈ'' ظاہر ہے اس بات پر وہ مجھ سے جلتا ہی ہوگا۔

''میں کوئی رٹا وٹا نہیں لگا رہی ہوں''۔

میں نے پرزور انداز میں تردید کی حالانکہ اس وقت میں واقعی بعض فارمولے رٹنے میں مصروف تھی۔ وہ میرے انداز پر ایک نظر مجھ پر ڈال کر ہنس پڑا اور پھر دوبارہ مونیٹر پر نظریں جمادی تھیں۔ مجھے بہت سخت نیند آرہی تھی مگر نیند بھگا کر میں زبردستی جاگنے اور پڑھنے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ میرا اسائنمنٹ ٹائپ کرے اور میں نوابوں کی طرح کمرے میں جاکر سوجاؤں مجھے ایسا کرنا بڑا غیر اخلاقی سا لگا۔

گھڑی پر ایک نظر ڈالی تو ڈھائی بج رہے تھے۔ وہ تقریباً کام مکمل کرچکا تھا۔ دیکھنے سے اندازہ ہورہا تھا کہ چند ہی صفحے رہ گئے ہیں ایک نظر اسے فائل میں موجود صفحات کو دیکھتے ہوئے میں دوبارہ اپنے نوٹس اور لیکچرز کی طرف متوجہ ہوگئی۔ پڑھتے پڑھتے کس وقت میری آنکھ لگی مجھے بالکل نہیں پتا، آنکھ کھلی تو ہڑبڑا کر میں نے کمپیوٹر ٹیبل کی طرف دیکھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا، کمرے کی لائٹ آف تھی، نائٹ بلب جل رہا تھا، میں جس طرح بیٹھی ہوئی تھی اسی طرح بیٹھے بیٹھے سوتی رہی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ جاگتے وقت میرے اوپر کمبل نہیں ڈالا ہوا تھا، جو نوٹ بک میرے ہاتھ میں تھی وہ ابھی بھی اسی طرح میرے سینے سے لگی ہوئی تھی۔

مجھے اپنے اس طرح سوجانے پر سخت شرمندگی ہورہی تھی۔ پاس رکھا ٹائم پیس اٹھا کر ٹائم دیکھنا چاہا، میرا خیال تھا کہ چار ساڑھے چار بج رہے ہوں گے مگر گھڑی میں ساڑھے سات بجتے دیکھ کر میری شرمندگی پریشانی اور ندامت میں ڈھل گئی۔ ابھی میں ڈھنگ سے شرمندہ بھی نہیں ہو پائی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی تو خود پر سے کمبل ہٹاتی میں جلدی سے اٹھ کر دروازے تک پہنچی، دروازہ کھولا تو وہ سامنے کھڑا نظر آیا اٹھنے کے ساتھ ہی سب سے پہلے اس کا سامنا ہوجانے پر مجھے مزید شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔

''نیند پوری ہوگئی؟'' وہ مسکرایا۔ اپنے ہی کمرے میں دستک دے کر آنا اسے پتا نہیں کیسا لگ رہا تھا مگر میں تو بہرحال اتنی بری طرح شرمندہ اس سے پہلے زندگی میں کبھی بھی نہیں ہوئی تھی۔ وہ مجھے گم صم سا کھڑا دیکھ کر خود ہی اندر آگیا۔ وارڈروب کھول کر وہ غالباً اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔

''تمہارا اسائنمنٹ ٹیبل پر رکھا ہے'' سر گھما کر اس نے مجھ سے کہا، میں چپ چاپ کمپیوٹر ٹیبل کے پاس آ گئی۔ وہ خالی ٹائپ کر دیتا تو وہ بھی میرے اوپر احسان تھا مگر اس نے تو اسائنمنٹ کا ٹائٹل پیج تک تیار کر دیا تھا۔ کسی بھی چیز کی Presentation ہی سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور اس نے ٹائٹل پیج اور انڈکس والا صفحہ اتنے اچھے اور آرٹسٹک انداز میں بنایا تھا کہ مجھے پہلے مرتبہ اس کے بارے میں روشنا کی رائے سے تھوڑا سا اتفاق کرنا پڑا تھا۔ کمپیوٹر گرافکس میں اسے یقیناً بہت مہارت حاصل تھی اور اس کا اس نے میرے اسائنمنٹ کے ٹائٹل پیج پر بڑی عمدگی سے استعمال کیا تھا۔

''تھینک یو عون!'' میں سب چیزیں سمیٹتے ہوئے واپس اس کے پاس آئی۔

''اب اس کے جواب میں میں You are always welcome نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر وقت میں اتنی نیکی کے موڈ میں نہیں ہوتا ہوں''۔

وہ بے فکری سے مسکراتے ہوئے بے ساختہ بولا۔ میں جواباً کچھ بولے بغیر خاموشی سے اس کے کمرے سے نکل آئی۔ نہا کر حلیہ درست کیا، یونیورسٹی جانے کی تیاری مکمل کی، ڈائننگ روم میں آئی تو عون اور بڑے پاپا دونوں ناشتہ کرنے میں مصروف تھے، ساتھ ہی ساتھ اخبار کی کسی خبر پر بھی زور و شور سے بحث جاری تھی۔ ستارہ آنٹی یقیناً کچن میں تھیں۔ میں بڑے پاپا کو سلام کرتی کچن کی طرف جانے ہی لگی تو وہ پلیٹ ہاتھ میں لیے کچن سے نکلتی نظر آئیں۔

''تمہیں پسند ہے نا چینی والا پراٹھا، وہی بنا رہی تھی تمہارے لیے''۔

ہاتھ میں پکڑی پراٹھے کی پلیٹ میرے آگے رکھتے ہوئے انہوں نے محبت بھرے انداز میں کہا تو میں ان کے اتنی اچھی طرح میری پسند ناپسند یاد رکھنے پر حیران رہ گئی۔ میں ان کی مہمان نوازی سے بھرپور انداز پر حیران سی ہوتی ناشتہ کرنے لگی۔

''ابھی میں ڈراپ کر دوں گا مائدہ کو واپسی پر تم لے لینا'' بڑے پاپا نے چائے کا سپ لیتے ہوئے عون کو مخاطب کیا تو میں اس کے جواب دینے سے پہلے ہی جلدی سے بولی۔

''واپسی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بڑے پاپا! میں اپنی کسی فرینڈ سے کہہ دوں گی وہ چھوڑ دے گی''۔

پہلے ہی میں اس کا خاصا احسان لے چکی تھی خواہ مخواہ میری وجہ سے کلفٹن سے خوار ہوتا یونیورسٹی آئے۔

''کتنے بجے ختم ہوگا تمہارا پیپر؟'' میری بات پر کوئی تبصرہ کیے بغیر اس نے بڑے سکون سے پوچھا تھا، میں نے ٹائم بتایا تو وہ ٹیبل سے اٹھتا ہوا بولا۔

''تم وہیں رک کر میرا انتظار کرنا''۔

میں اس کے حکمیہ انداز پر جز بز سی ہو گئی تھی۔ بڑے پاپا اور ستارہ آنٹی خاموشی سے ہم لوگوں کی باتیں سن رہے تھے۔ وہ ٹیبل پر سے اپنا موبائل، سن گلاسز، فائل اور گاڑی کی چابی اٹھا تا سب کو خدا حافظ کہہ کر لاؤنج سے نکل گیا تھا۔ بڑے پاپا مجھے یونیورسٹی چھوڑتے ہوئے آفس چلے گئے

تھے۔ پیپر حسب توقع اچھا ہوا تھا۔ پیپر دے کر اپنی دوستوں کے ساتھ باہر نکلی تو میرا خیال تھا کہ ابھی کافی دیر تک عون کا انتظار کرنا پڑے گا مگر میرا یہ خیال اسے گاڑی میں بیٹھا دیکھ کر فوراً ہی غلط ثابت ہو گیا۔

''اوئے ہوئے! آج کل تو بڑے ہینڈسم اور اسمارٹ لوگ اپنی مائلہ کو یونیورسٹی چھوڑنے اور لینے آنے لگے ہیں'' رُخشی نے معنی خیزی سے آنکھیں نچا کر کہا۔ میں اسے گھورتی ہوئی گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی تھی، گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پیپر کے بارے میں پوچھا تھا۔

''ہاں۔ اتنے رٹے لگا کر تو پیپر اچھا ہی ہونا تھا''۔ میرے جواب پر وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔ اسے رٹے والی بات پر میرے چڑنے کا پتا چل گیا تھا اسی لیے جان کر مجھے چڑا رہا تھا۔ میں نے بجائے چڑنے یا کچھ کہنے کے خاموشی اختیار کیے رکھی۔

گھر پہنچے تو ستارہ آنٹی کی غیر موجودگی پر ابھی میں متعجب ہو ہی رہی تھی کہ وہ سیڑھیوں کی طرف جاتا ہوا مجھ سے بولا ''ماما کی کال آئی تھی میرے پاس، ہمارے ایک رشتے کے ماموں ہوتے ہیں ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے وہ ایمرجنسی میں وہاں گئی ہیں، مجھے کہہ رہی تھیں کہ مائلہ کو یونیورسٹی سے لاتے ہوئے باہر کہیں سے لنچ کروا دینا۔ اب میرا تو اس وقت باہر کہیں سے لنچ کا موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ تم فریش ہو کر آ جاؤ پھر دونوں مل جل کر لنچ کا بندوبست کرتے ہیں''۔

میں اس کی بات پر سر ہلاتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ دس منٹ بعد میں کچن میں آئی تو وہ وہاں پہلے سے موجود تھا، فریزر میں منہ ڈالے وہ پتا نہیں کیا نکالنا چاہ رہا تھا، میں بھی اس کے پاس ہی آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ فریزر میں شامی کباب، پسندے، کوفتے، سموسے، رول وغیرہ اسٹور کرنا مما نے ستارہ آنٹی سے ہی سیکھا تھا۔ فریزر میں گوشت، قیمہ، مچھلی وغیرہ سب کچھ موجود تھا مگر جو چیز وہ ڈھونڈ رہا تھا وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

''اسے بھی آج ہی دھوکا دینا تھا، تب ہی ماما باہر لنچ کرنے پر اصرار کر رہی تھیں'' فریزر بند کرتے ہوئے اس نے مایوسی سے کہا تھا۔

''اب کیا کریں'' اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے فریج کھول کر دیکھا تو اس میں بھی کچھ قابلِ ذکر ریڈی میڈ چیز نظر نہیں آئی۔

''چلو آملیٹ بنا لیتے ہیں'' اس نے انڈوں کی طرف دیکھتے ہوئے چٹکی بجائی تو میں تھوڑی پریشان سی ہو گئی۔ پڑھنے کے علاوہ مجھے دنیا میں کوئی کام کرنا نہیں آتا تھا اور ککنگ تو بالکل بھی نہیں حالانکہ مما اس بات پر مجھے کتنا برا بھلا کہا کرتی تھیں، شرمندہ کرتی تھیں کہ چھوٹی بہن اتنا بہترین کھانا پکاتی ہے اور بڑی سوائے چائے بنانے اور برتن دھونے کے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتی۔ مما کچن میں مصروف ہوتیں یا روشنا کچھ کام کر رہی ہوتی تو میری حیثیت وہاں ہیلپر کی ہوتی تھی۔

اب ستارہ آنٹی جیسا شاندار قسم کا میکسیکن یا اٹالین آملیٹ میں تو نہیں بنا سکتی تھی اور کسی لڑکی کے موجود ہوتے ہوئے لڑکا کام کرے یہ بھی بڑی نامناسب سی بات تھی۔ وہ کام کرتا تو لامحالہ مجھے آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کرنی پڑتیں۔

''کیا ہوا؟ کیا سوچنے لگیں؟'' اس نے میری طرف بغور دیکھا۔

''چیز سینڈوچ بنا لیتے ہیں''۔ گھر میں بھی وقت بے وقت بھوک لگنے پر میں چیز سینڈوچ سے ہی لطف اندوز ہوا کرتی تھی، ڈبل روٹی پر چیز کا سلائس رکھا اور سینڈوچ میکر میں رکھ دیا، جھٹ پٹ گرما گرم خستہ سینڈوچ تیار ہوتا تھا۔

''اب میں نے تو ناشتے میں چینی والا پراٹھا نہیں کھایا تھا جو خالی خولی سینڈوچ سے میرا گزارا ہو جائے۔ ایک سیب اور تھوڑا سا کورن فلیکس کھا کر اس وقت تو مجھے سخت قسم کی بھوک لگ رہی ہے''۔

خواہ مخواہ میرے پراٹھا کھانے کو نظر لگا رہا تھا۔

''ویسے پراٹھے کھا کھا کر بھی تم اتنی دبلی پتلی ہو یہ بات خاصی قابلِ رشک ہے''۔ میرا منہ بنتا دیکھ کر وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''ارے واہ! کیا زبردست آئیڈیا آیا ہے'' ایک دم چٹکی بجاتے ہوئے اس نے کچھ سوچ کر کہا پھر مجھ سے مزید کچھ کہے بغیر وہ کچن سے نکل گیا، دو منٹ بعد ہی اس کی واپسی ہوگئی، میں کرسی پر بیٹھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ فریج فریزر اور کیبنٹ میں سے مختلف چیزیں نکال رہا تھا، میں اس کی حرکات وسکنات ملاحظہ کر رہی تھی۔ ابھی وہ سب چیزیں اکٹھی کر ہی رہا تھا کہ ان کے گھر کام کرنے والا لڑکا ایک ہاتھ میں تھیلی اور دوسرے میں گاڑی کی چابی لیے کچن میں گھسا۔

''شاباش بہت جلدی لے آئے تم'' اس کے ہاتھ سے دونوں چیزیں لیتے ہوئے عون نے اسے سراہا تھا۔ تندوری نان کا اسے کیا کرنا تھا، میں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''کیا کرو گے اس کا'' میں اٹھ کر اس کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔

''تم یہ چیز نان پر اسپریڈ کرو''۔

مشرومز کا کین اوپنر سے کھولتے ہوئے اس نے مصروف انداز میں کہا تھا، وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا میری سمجھ میں آ گیا تھا۔ چیز ٹماٹو سوس، مشرومز، نمک اور کالی مرچ کا چھڑکاؤ کر کے وہ نان مائیکروویو میں رکھے جا چکے تھے، میں نے اس کی پوری پوری مدد کروائی تھی جبکہ وہ مائیکروویو کے سر پر کھڑا ہمارے لنچ کے تیار ہو جانے کا انتظار کر رہا تھا۔

''تم چاہو تو اسے دیسی پیزا کہہ سکتی ہو چاہو تو ریڈی میڈ پیزا یا جو نام تمہیں اچھا لگے وہ کہہ لو مگر یہ میری گارنٹی ہے کہ یہ ڈش تمہیں پسند آئے گی''۔

اوون کھول کر بقول اس کے دیسی پیزا پلیٹوں میں منتقل کرتے ہوئے اس نے مجھے مخاطب کیا، میں اس بھاپ اڑاتے گرم گرم لنچ سے پورا پورا انصاف کرنے لگی تھی۔

''واقعی یہ بہت مزے کا ہے'' نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے میں نے تعریف کی۔ ''لیکن یہ آئیڈیا تمہارے پاس آیا کہاں سے؟''

''یہ کہکشاں آپی کی ایجاد ہے، انہوں نے ہی مجھے بھی سکھایا تھا'' وہ اٹھ کر فریج میں سے پیپسی کے دو کین بھی نکال لایا۔ ''ویسے پیزا بیک کرنا کتنا دردِ سری ہے، مما یا روشنا جس دن پیزا بیک کرتی ہیں کتنے گھنٹے ان کے کچن میں گزر جاتے ہیں، اصل مسئلہ ہی اس کی روٹی بنانا ہے''۔

پیپسی کا سپ لیتے ہوئے میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو وہ پوچھ بیٹھا۔

''تم کھانا نہیں پکاتیں؟''

''نہیں مجھے ککنگ نہیں آتی، جو تھوڑی بہت چیزیں میں بنا لیتی ہوں وہ ایسی ہیں جو شاید تم بھی بنا لیتے ہو گے'' میں نے بغیر شرمندہ ہوئے

بڑی ڈھٹائی سے اعتراف کیا۔

''بے چارہ تمہارا میاں، اس بے چارے کی تو ساری تنخواہ ہوٹلنگ میں خرچ ہو جایا کرے گی'' وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا۔

''ہوٹلنگ کیوں، ہم کوئی کک رکھ لیں گے''۔

اب اگر وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ میں میاں کے ذکر پر شرما جاؤں گی تو یہ اس کی بھول تھی، اس نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا، ایسے جیسے میرا جواب اس نے بہت انجوائے کیا ہے۔

''لیکن کک بھی مفت خدمات انجام نہیں دے گا، بات تو وہی ہو گئی، ایک اضافی بوجھ تو پڑ گیا نا اس مظلوم کی جیب پر'' وہ بڑی شریر نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

''تم کیوں اس غم میں ہلکان ہو رہے ہو، بے فکر رہو میں کسی کنگلے سے شادی نہیں کروں گی، اس کی آمدنی اتنی ہو گی کہ میرے تمام نخرے بخوشی اٹھا سکے'' میں نے اسی خود اعتمادی سے اس کی شوخی سے بھرپور مسکراہٹ نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''اچھا! اب مجھے تو جانا ہے، تم گھر پر اکیلی رہ لو گی نا'' کچھ دیر بعد اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو میں نے سر ہلا دیا۔

''ویسے ماما بھی تھوڑی دیر میں آ جائیں گی'' اپنی پلیٹ سنک میں رکھتے ہوئے اس نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی۔ پتا نہیں روزانہ اتنی پابندی سے وہ کہاں مٹر گشت کرنے جاتا تھا۔

اس کے جانے کے بعد دس بارہ فون کالز آئی تھیں جو سب کی سب اس کے لیے تھیں اور جن میں سے چھ کالز لڑکیوں کی تھیں، اس کے لیے لڑکیوں کے فون آنے پر مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ عصر کے وقت ستارہ آنٹی کی واپسی ہو گئی تو میری بوریت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ بڑے پاپا آفس سے آ گئے تو شام کی چائے میں نے ہی بنائی اور ہم لوگوں نے لان میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے چائے پی۔ ایک بات تو مجھے ماننی ہی پڑ رہی تھی اور وہ یہ کہ یہاں رہنے کے نام پر میں جتنی بیزار ہوئی تھی اب اتنا ہی مزہ آ رہا تھا۔ عون سمیت وہاں سب کا رویہ بہت دوستانہ اور اپنائیت لیے ہوئے تھا، مجھے اعتراف کرنا پڑا کہ اتنا گھر جیسا ماحول تو مجھے خالہ کے گھر بھی نہیں ملتا، ان کی لمبی چوڑی سسرال، وہاں ہر وقت میلے کا سا سماں رہتا تھا، وہاں پڑھائی کا ماحول بننا بڑا مشکل تھا جبکہ یہاں بہت سکون اور ہمارے ہی گھر کی طرح کا ماحول تھا۔

رات کھانے کے بعد مما کا فون بھی آ گیا تھا۔ روشنا نے مہندی اور شادی کے دن کا احوال خاص طور پر میرا دل جلانے کے لیے سنایا تھا، فون سے فارغ ہو کر میں دو ڈھائی گھنٹہ اسٹڈی کر کے سو جانے کا پروگرام بناتی کتابیں وغیرہ کھول کر بیٹھ گئی، اگلا پیپر دو دن بعد ہونا تھا اور یہ دو دن کا گیپ سب کچھ دہرانے کے لیے کافی تھا۔ صبح میری آنکھ دیر سے کھلی تھی، ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے میں دوبارہ کمرہ نشین ہو گئی تھی، پھر لنچ کے لیے بلائے جانے پر ہی کمرے سے نکلی۔ ہم دونوں نے کھانا شروع کیا ہی تھا جب عون بھی گھر آ گیا۔ ستارہ آنٹی اس کے آ جانے پر بڑی حیران نظر آ رہی تھیں۔

''بس گھر پر لنچ کرنے اور تھوڑی دیر آرام کرنے کا موڈ ہو رہا ہے، آج آفس تھوڑا ٹھہر کر جاؤں گا'' میں نے آفس کے ذکر پر تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

''پتا نہیں تمہیں ضرورت کیا ہے بلاوجہ خوار ہونے کی، پہلے پڑھائی مکمل ہو جاتی جاب واب پھر اس کے بعد ہوتی رہتی'' ستارہ آنٹی نے اس کی مصروفیت کا ذکر بڑی ناپسندیدگی سے کیا۔

''تم نے جاب کر لی ہے عون؟'' میں نے بے ساختگی میں پوچھا، اس کے گردن ہلانے پر ستارہ آنٹی ناراضی سے بولیں۔

''میں نے کتنا منع کیا تھا مگر یہاں میری سنتا ہی کون ہے، بیٹا خبطی ہے تو ابا مہا خبطی، میرے منع کرنے پر الٹا ناراض ہو رہے تھے کہ بیٹے کے کیریئر میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہوں''۔ وہ ان کی ناراض شکل دیکھ کر مسکرائے جا رہا تھا۔

''اصل میں میرے ایک پروفیسر ہیں ان کی اپنی کنسلٹینسی ہے انہوں نے مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر کی تھی، میں انکار کیوں کرتا اس میں میرا ہی تو فائدہ ہے، دورانِ تعلیم ہی اگر آپ کو اپنی فیلڈ سے متعلق معلومات حاصل ہو رہی ہوں تو اس میں حرج ہی کیا ہے، یقین کرو ان چھ ماہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے وہ گزشتہ چار سالوں میں نہیں سیکھ پایا تھا''۔

''اچھا تو تم شام میں وہاں بزی ہوتے ہو''؟

میرے پوچھنے پر وہ سر ہلا کر بولا'' جتنی بھی کنسلٹنگ فرمز ہیں ان میں اصل کام ہوتا ہی شام میں ہے، کلائنٹس وغیرہ شام میں ہی آتے ہیں، کلاسز وغیرہ سے فارغ ہو کر میں وہاں چلا جاتا ہوں، دکھاؤں گا میں تمہیں اپنے نئے پراجیکٹ کی ڈرائنگز، ہمارا کلائنٹ مری میں فائیو اسٹار ہوٹل بنانا چاہتا ہے، اس کا پچاس فیصد کام سمجھو میں نے ہی کیا ہے''۔

وہ اپنے پروفیشن کے حوالے سے متصل جواب دیتا ہوا اپنی تعریف خود ہی کرنی شروع ہو گیا۔

''پھر تمہاری باقی ایکٹوٹیز کا تو بہت حرج ہوتا ہوگا، اسپورٹس، ماڈلنگ، سنگنگ وغیرہ'' میں نے اس طرح کہا جیسے اس کی ان تمام ہابیز کی میں بہت بڑی مداح تھی۔

''نہیں کسی چیز کا حرج نہیں ہوتا، میں ایک ہی وقت میں بہت سے کام کر سکتا ہوں اور وہ بھی مہارت کے ساتھ، ماڈلنگ کو تو ان دنوں میں نے خود ہی خیر باد کہا ہوا ہے اور سنگنگ کی جہاں تک بات ہے تو اگلے سال تک ہمارا دوسرا البم ریلیز ہو جائے گا، اب جلدی جلدی البمز ریلیز ہوں تو اس کی اتنی کچھ خاص ویلیو نہیں بنتی، ذرا سا اپنے فینز کو انتظار کرواؤ پھر مارکیٹ ویلیو اور بڑھ جاتی ہے''۔

بڑا بے شرم بندہ تھا یہ عون ہاشم علی بھی، میرے طنزیہ انداز کا نوٹس لیے بغیر وہ اپنے بے سرے گانوں پر مشتمل نئے البم اور چند پاگل اور بے وقوف لڑکیوں کو جو اس کے گانوں کی نہیں بلکہ اس کی پرسنیلٹی کی دیوانی تھیں اپنا فین قرار دیتے ہوئے اس طرح جواب دے رہا تھا جیسے میں نے مہدی حسن سے یہ سوال پوچھ لیا تھا۔ لنچ کے بعد میں پھر سے پڑھنے بیٹھ گئی تھی، ستارہ آنٹی اور عون بھی اپنے بیڈ رومز میں چلے گئے تھے، وہ سارا دن میں نے پڑھتے ہوئے گزارا۔

''سارا دن پڑھتے پڑھتے تم بیزار نہیں ہوئیں؟'' رات میں عون میرے کمرے میں آ گیا تھا، میں نے نوٹس ایک طرف رکھ کر نفی میں سر ہلایا تو وہ سمجھانے والے انداز میں کہنے لگا۔

''پاگل ہوجاؤ گی اتنا پڑھ کر، اب جو تم پڑھ رہی ہو تو پلے کچھ نہیں پڑ رہا ہوگا، دماغ فریش ہو تو ہی صحیح کام کرتا ہے، کمرے سے باہر نکلو ذرا کھلی فضا میں سانس لو، خود کو ریلیکس کرو'۔ میں اس کی بات خاموشی سے سن رہی تھی۔

''چلو ایک چکر باہر کا لگا کر آتے ہیں''۔

میں اس کی پیشکش پر حیران، سارا دن باہر پھر کر بھی اس میں مزید پھرنے کا اسٹیمنا موجود تھا، اس نے دوبارہ اصرار کیا تو میں اٹھ کر اس کے ساتھ باہر آ گئی۔ ستارہ آنٹی اور بڑے پاپا لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے، ان سے پندرہ بیس منٹ میں واپس آجانے کا کہتے ہم دونوں سڑک پر نکل آئے تھے۔

''کیسا لگ رہا ہے باہر آ کر؟'' واک کرتے ہوئے اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اچھا تو لگ رہا ہے ویسے میں پڑھتے ہوئے بیزار بالکل نہیں ہو رہی تھی'' میں نے اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔

''پھر تو تمہاری ہمت کی داد دینی پڑے گی، مجھے تو تمہاری حالت دیکھ کر رحم آ رہا تھا، کیسا گھٹا ہوا ماحول لگ رہا تھا کمرے کا، چاروں طرف کتابیں، نوٹس، فائلیں، اف میں تو اس طرح کبھی بھی نہیں پڑھ سکتا'' اس نے باقاعدہ کان پکڑ کر توبہ کی۔ ''مجھے تمہارے طریقۂ کار سے اختلاف ہے، پڑھائی کو اس طرح بوجھ بنا کر نہیں بلکہ انجوائے کر کے کرنا چاہیے''۔

اسے اپنی طرف بغور دیکھتا پا کر میں تھوڑی نروس ہوگئی، کہیں اسے میری سوچ کے بارے میں علم نہ ہو جائے بے چارے کو اپنے بارے میں جو جو خوش فہمیاں لاحق ہیں سب دھری کی دھری رہ جائیں گی، اس کے خیال سے تو وہ دنیا کا سب سے ہینڈسم اور ذہین لڑکا تھا جس پر زمانے بھر کی ہر لڑکی دل و جان سے فدا ہونے کو تیار بیٹھی تھی۔

پندرہ بیس منٹ تک آس پاس کی گلیوں میں واک کرتے ہم واپس گھر آ گئے تھے واپسی میں اس نے اپنے اور میرے لیے آئس کریم خریدی تھی، میں اس کی عنایتوں کا سبب سمجھنے سے قاصر تھی، کیا وہ دوسری لڑکیوں کی طرح میرے ساتھ بھی فلرٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا یا پھر صرف کزن اور اپنے گھر میں مہمان ہونے کی حیثیت سے اتنا ٹائم دے رہا تھا، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

میں گھر واپس آ گئی تھی، ستارہ آنٹی اور بڑے پاپا خود مجھے گھر چھوڑنے آئے تھے۔ راستے میں گاڑی طارق روڈ پر رکوا کر انہوں نے مجھے میرے بہت منع کرنے کے باوجود دو سوٹ دلوائے تھے۔ مما جٹھانی کی بہت شکر گزار تھیں جنہوں نے ان کی بیٹی کا اتنی اچھی طرح خیال رکھا تھا۔



میں امتحانوں سے فراغت کے بعد چھٹیوں کے مزے لے رہی تھی، رزلٹ آجانے کے بعد میرا ایم ایس میں ایڈمیشن لینے کا پروگرام تھا، روشنا کے لیے ہمارے ماموں کے لائق فائق بیٹے کا رشتہ آیا تو خاندان کا دیکھا بھالا لڑکا جو بہت سی خوبیوں کا مرقع بھی تھا، مما پاپا کو اقرار کرتے ہی بنی گو مما کو چھوٹی بیٹی کا رشتہ پہلے طے ہو جانے پر کافی فکر لاحق ہوگئی تھی۔

اس رات بڑے پاپا، ستارہ آنٹی اور عون ہمارے گھر آئے تھے، وہ دونوں تو اکثر آتے ہی تھے مگر عون اس طرح پہلی مرتبہ آیا تھا شاید روشنا

سے دوستی ہونے کی وجہ سے وہ بھی مبارک باد دینے آگیا تھا۔ میں، روشنا اور اریج عون سے باتیں کر رہے تھے جبکہ مما پاپا کی ستارہ آنٹی اور بڑے پاپا سے گفتگو ہو رہی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے آج کل؟'' اس نے مجھ سے پوچھا تو میں بے فکری سے بولی۔

''آرام ہو رہا ہے، مزے کر رہی ہوں''۔

''یہ تو بہت ہی اچھا کر رہی ہو، ویسے بھی جس طرح تم پڑھتی ہو اس کے بعد لمبا آرام ضروری ہو جاتا ہے'' وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''اور تمہارا فائیو اسٹار ہوٹل کہاں تک پہنچا؟'' میں نے سوال کیا تو وہ اسی سنجیدگی سے بولا۔

''وہ پراجیکٹ بھی تقریباً مکمل ہی ہو گیا ہے، زیادہ مصروف تو میں اپنے تھیسس میں ہوں''۔ اس کا فائنل ایئر شروع ہو چکا تھا۔ روشنا اس سے تھیسس کے حوالے سے مختلف باتیں پوچھ رہی تھی جب اچانک ہی مما کی آواز میرے کانوں میں پڑی تھی، ہم لوگ فلور کشنز پر بیٹھے تھے اور وہ لوگ دور صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔

''میں مائلہ سے پہلے روشنا کا رشتہ طے کرنے کے حق میں نہیں تھی مگر اب انہوں نے رشتہ ہی روشنا کے لیے دیا تو میں اپنے منہ سے مائلہ کا نام کیسے لے سکتی تھی، پھر بھی میں نے بھائی جان سے صاف کہہ دیا ہے جب تک مائلہ کی شادی نہیں ہو جاتی میں روشنا کے بارے میں سوچوں گی بھی نہیں''۔

مجھے مما کی اس بات پر سخت غصہ آیا تھا، میرے برابر ہی میں تو عون بھی بیٹھا ہوا تھا اور ظاہر ہے اس نے اپنے کان بند تو نہیں کر رکھے ہوں گے، کیا سوچ رہا ہو گا وہ کہ میں اتنی گئی گزری ہوں مجھے کوئی پوچھ بھی نہیں رہا۔ جہاں تک میری پسند کا سوال تھا تو شعیب ایک کزن اور اب بہنوئی ہونے کے ناتے تو مجھے اچھا لگتا تھا مگر اگر وہاں سے میرے لیے رشتہ آتا تو میں اسے کبھی بھی پسند نہ کرتی۔ وہ روشنا سے صرف ڈھائی سال بڑا تھا تو مجھ سے تو صرف ڈیڑھ سال بڑا ہوا، یعنی ہمارے ایج گروپ کا۔ حالانکہ وہ ایم بی اے کر چکا تھا، اسے جاب بھی فوراً مل گئی تھی مگر وہ میرے معیار پر پورا نہیں اترتا تھا، مگر اب میں یہ بات کسی سے کہہ تو نہیں سکتی تھی مگر مما پر بہرحال مجھے بہت غصہ آیا تھا۔

''تمہیں مائلہ کی فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے'' ستارہ آنٹی نے ایک نظر مجھ پر ڈال کر مما سے کہا تو میں چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگی، ان کے اور بڑے پاپا کے چہرے پر موجود معنی خیز مسکراہٹ مجھے الجھن میں مبتلا کر گئی تھی۔

میں نے عون کی طرف دیکھا تو وہ اس تمام گفتگو سے یکسر لاتعلق روشنا اور اریج کے ساتھ ہی لگا ہوا تھا مگر میرا دھیان اب ان لوگوں کی باتوں کی طرف سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔

وہ لوگ جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو ہم سب انہیں گیٹ تک خدا حافظ کہنے آئے تھے۔ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے انہوں نے مما کے پاس کھڑے ہو کر سرگوشی میں کچھ بات کی تھی جس کے جواب میں مما مسکرا دی تھیں، بات میں سن نہیں پائی تھی مگر میرا تجسس کے مارے برا حال تھا، ان لوگوں کے جاتے ہی میں نے مما سے پوچھا کہ ستارہ آنٹی آپ سے کیا بات کر رہی تھیں تو انہوں نے ٹالنے والے انداز میں ''تمہارے مطلب کی بات نہیں ہے'' کہہ دیا تھا۔ مما کے اس جواب پر میرا موڈ خراب ہو گیا تھا مگر میں یہ نہیں جانتی تھی کہ آنے والے دنوں میں یہ خراب موڈ مستقل میری زندگی

کا حصہ بننے والا تھا۔ پہلی مرتبہ مما کے منہ سے یہ بات سن کر کہ عون کا پروپوزل میرے لیے آیا ہے مجھے کتنا شدید غصہ آیا تھا میں اندازہ نہیں کر پائی تھی پھر اپنا غصہ میں نے یہ سوچ کر ضبط کر لیا تھا کہ جب مما کو انہیں انکار کرنا ہی ہے تو میں بلاوجہ اپنا خون کیوں جلاؤں، ظاہر ہے مما انہیں انکار کر دیں گی، جن لوگوں نے انہیں کبھی سکون سے نہیں رہنے دیا وہ ان کی بیٹی کو کب خوش رکھ سکیں گے۔ جب وہ جٹھانی کے روپ میں اتنی خطرناک تھیں تو پھر ساس بن کر تو جو ستم اپنی بہو پر نہ ڈھا دیتیں کم تھا مگر مما نے سرسری سے انداز میں اس رشتے کے بارے میں میری رائے جاننا چاہی یوں جیسے کوئی رسم پوری کر رہی ہوں ورنہ فیصلہ تو وہ پہلے ہی کر چکی تھیں۔

میں صدمے اور رنج سے چیخ اٹھی تھی، مما اور روشنا کے سامنے چیخ چیخ کر اس رشتے سے انکار کرتے ہوئے میرے پاس ان لوگوں کی مخالفت میں کہنے کے لیے بہت کچھ تھا۔

ستارہ آنٹی کے مظالم، ان کی مکاریاں، عون کے معاشقے اور تمام گرل فرینڈز مگر میرے ہر اعتراض کا ان دونوں کے پاس جواب تیار تھا۔

''ستارہ بھابھی اب بدل چکی ہیں، کئی بار انہوں نے مجھ سے اپنے پچھلے سلوک کی معافی تک مانگی ہے''۔

''لڑکیاں خود اس کے پیچھے آتی ہیں، وہ کسی کے پیچھے نہیں پڑا، میرا اس سے تم سے زیادہ واسطہ ہے، روزانہ اس سے ملتی ہوں، سوائے ہائے ہیلو کے اس کی بطورِ خاص کسی سے بھی زیادہ دوستی نہیں ہے''۔

میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرے ساتھ اس طرح ہو سکتا ہے، میری زندگی کا فیصلہ ہو رہا تھا اور میرے علاوہ اس فیصلے میں باقی ہر کوئی شریک تھا، میرا دل پھوٹ پھوٹ کر رونے کو چاہ رہا تھا، کیا کیا خواب دیکھا کرتی تھی میں اپنی آنے والی زندگی کے بارے میں اور ان خوابوں کی تعبیر کتنی بدصورت نکلی تھی۔ کیا میرے لیے وہ عون ہاشم علی ہی رہ گیا تھا، کوئی ایک بات بھی تو ایسی نہیں تھی جو مجھے اس کے حق میں ہموار کر سکتی۔ ایسے ہی میں مما کو بوجھ لگنے لگی تھی تو عون سے کہیں بہتر رشتہ میرا پچھلے دنوں آیا تھا جسے مما نے فوراً ہی منع کر دیا تھا۔

''وہ لڑکا ہے؟ کم از کم بھی پینتیس سال سے کم عمر نہیں ہوگی اس کی''۔

اب میں مما کو کیسے سمجھاتی کہ جو بات آپ کو خرابی نظر آ رہی ہے وہ ہی مجھے خوبی محسوس ہو رہی ہے حالانکہ وہ اچھا خاصا خوش شکل بندہ تھا، آرمی میں ڈاکٹر، مگر مما کو اس کی ایج زیادہ لگی تھی اور میرے لیے درست بندہ وہ میرا ہم عمر قطعاً غیر سنجیدہ اور لاابالی سا عون تھا۔ مما اور مجھ میں نظریاتی اختلاف تھا اور میں انہیں قائل نہیں کر پا رہی تھی بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ قائل ہونا ہی نہیں چاہتی تھیں، میرا انکار ان کے نزدیک ایک بچکانہ اور احمقانہ حرکت تھی۔ آخری ہتھیار رونا تھا اس پر بھی مما کا دل موم نہیں ہوا تھا۔

''وقت کے ساتھ جب تمہیں عقل آئے گی تو پتا چل جائے گا کہ عون تمہارے لیے بہترین انتخاب ہے اس کی عادتیں اچھی ہیں، ہم لوگوں کا دیکھا بھالا ہے اور سب سے بڑی بات میں تمہیں بتاؤں کہ اس رشتے میں ستارہ بھابھی اور ہاشم بھائی کے ساتھ عون کی مرضی بھی شامل ہے ستارہ بھابھی نے مجھے خود بتایا ہے کہ عون نے ان کے اور ہاشم بھائی کے پوچھنے پر کہ وہ کس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تمہارا نام لیا تھا۔ کیا اب بھی تم انکار کرو گی، کتنی قدر رہو گی تمہاری وہاں، ساس، سسر، شوہر سب کی پسندیدہ بن کر رہو گی تم وہاں''۔

مما تو مجھے اس کے ساتھ رخصت کر دینے میں بھی دیر نہ کرتیں مگر وہ دو سال سے پہلے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا، فائنل ایئر مکمل ہو جانے کے بعد اس کا ماسٹرز کرنے کے لیے امریکہ جانے کا ارادہ تھا۔

نکاح والے دن کے لیے میرا بہترین جوڑا اور بیش قیمت جیولری آئی تھی، مما اور روشنا اس آف وائٹ گھاگرے کے خوب قصیدے پڑھ رہی تھیں۔

''جب نکاح پر اتنا بہترین ڈریس آیا ہے تو رخصتی پر تو ستارہ آنٹی پتا نہیں کیا زبردست چیز لائیں گی، کتنا زبردست کام بنا ہوا ہے، بالکل نازک سا'' روشنا دوپٹے کا تفصیلی معائنہ کرتے ہوئے قصیدے پڑھ رہی تھی تو مما جیولری کی خوبیاں گنوا رہی تھیں۔

یہ ساری زندگی کا معاملہ تھا اور زندگی کپڑوں اور جیولری کے سہارے نہیں گزر سکتی، میں لولی پاپ کے طور پر ملنے والے اس ڈریس اور جیولری سے خوش ہونے والوں میں سے نہیں تھی۔

نکاح والے دن میں سب کو بہت حسین اور بالکل بدلی ہوئی لگ رہی تھی، روشنا کے برعکس مجھے جیولری اور میک اپ سے الجھن ہوتی تھی اس لیے میں اکثر سادے سے حلیے میں ہی رہا کرتی تھی، آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ کر میرا دل دھاڑیں مار مار کر رونے کو چاہ رہا تھا۔ یہ سب تیاریاں کس کے لیے تھیں، وہ جسے میں گویا کہا کرتی تھی، جسے میں نے کبھی بھی غیر معمولی اہمیت نہیں دی تھی، جو میرے آئیڈیل سے بالکل بھی مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ ''آہ میرا آئیڈیل'' میرے منہ سے ایک سرد آہ نکلی تھی۔ نکاح کے وقت سب لڑکیاں روتی ہیں، وہ بھی جو اس سے پہلے ہسبنڈ ہنٹنگ کرتی رہی ہوتی ہیں مگر میرا رونا ان سب سے مختلف تھا، اگر میرا ہونے والا شوہر میری پسند کے مطابق ہوتا تو شاید میں رسمِ دنیا نبھانے کے لیے بھی نہ روتی۔

نکاح نامے پر دستخط کرتے ہوئے میرے رونے کو سب ایک مشرقی لڑکی کا ماں باپ اور بہن بھائی سے جدا ہو جانے والا رونا سمجھ رہے تھے۔

تصویریں، مووی، لوگوں کے دلچسپ تبصرے، میں کسی بھی چیز پر توجہ نہیں دے پا رہی تھی۔ عون تھوڑی دیر ہی بمشکل سکون سے بیٹھا ہو گا۔

''بس اب بندھ کر مجھ سے نہیں بیٹھا جا رہا، ویسے بھی اتنی تصویریں کافی ہیں'' وہ ستارہ آنٹی کے ٹوکنے اور کہکشاں آپی کے منع کرنے کے باوجود میرے برابر سے اٹھ گیا تھا، اسٹیج سے اتر کر اب وہ سب کزنز وغیرہ کے ساتھ ہلا گلا کرنے اور باتیں کرنے میں مشغول ہو گیا تھا۔ اگر کوئی ایسا مہمان وہاں آتا جس نے اسے پہلے دیکھ نہ رکھا ہوتا تو وہ حیرت سے پوچھتا کہ ان سب میں سے دولہا کون ہے، رسمی طور پر جو ایک ہار اس کے گلے میں ڈال دیا گیا تھا اس نے وہ بھی فوراً ہی اتار دیا تھا۔ اس کی ڈریسنگ اس کا اسٹائل اور منچلا انداز کوئی بھی یہ بات ظاہر نہیں کر رہی تھے کہ وہ دولہا ہے۔

نکاح کے ایک ڈیڑھ ہفتے بعد بڑے پاپا نے اپنے گھر پر ڈنر رکھا تھا جس میں ہم لوگوں کو، پھپھو کی فیملی اور کہکشاں آپی کی سسرال کو انوائٹ کیا گیا تھا۔ میرا وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر ستارہ آنٹی نے فون کر کے مما کو خاص طور پر تاکید کی تھی۔

''میری بہو کو ضرور لانا''۔ نکاح کے بعد سے انہیں مجھ پر مزید پیار آنا شروع ہو گیا تھا، مما سے فون پر بات ہوتی تو مجھ سے بات کرنا بھی لازم ہوتا تھا۔ اب یہ نہیں تھا کہ میں اپنی مرضی سے جو دل چاہے پہنوں اور منہ اٹھا کر وہاں چلی جاؤں، اب وہاں اس طرح تیار ہو کر جانا تھا جو ان کی

بہو کے شایان شان ہو۔ میرے پہننے کے لیے کپڑے مما نے منتخب کیے تھے اور میک اپ سر پر سوار ہو کر روشنا نے کروایا تھا۔

ہم لوگ وہاں پہنچے تو سب لوگ لاؤنج میں ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ عون، ایاز بھائی سے باتیں کر رہا تھا، اس کے جڑواں بھانجے یاسر اور مدثر اس کے کندھے پر لٹکے ہوئے تھے۔ سب ہی ہم لوگوں کو ویلکم کہنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے مگر ستارہ آنٹی نے جس طرح سب سے پہلے آگے بڑھ کر مجھے خوب لپٹا کر پیار کیا تھا میں خاموشی سے سر جھکا کر بیٹھ گئی تھی، ایسا لگ رہا تھا جیسے سب لوگ مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ یاسر اور مدثر اپنے ماموں جان کو چھوڑ کر میرے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے، مائلہ بجو ایک دم میں مامی ہو چکی تھی۔

ڈنر کا سارا اہتمام ستارہ آنٹی نے خود کیا تھا، وہ بڑے آرام سے چالیس پچاس افراد کی دعوت کا کھانا پکا لیا کرتی تھیں، ان کا سگھڑاپا اور سلیقہ تو اظہر من الشمس تھا تب ہی مما کو اچانک ہی تشویش لاحق ہوئی تھی۔

”مائلہ کو تو کُکنگ بالکل بھی نہیں آتی، میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں، کتنا میں چاہتی ہوں کہ یہ کھانا پکانا سیکھ لے مگر اسے بالکل بھی انٹرسٹ نہیں ہے۔“ کھانا کھاتے ہوئے مما نے اپنے برابر بیٹھی ستارہ آنٹی سے بڑی شرمندگی سے کہا تھا۔

”اس عمر میں سب لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں، تم فکر مت کرو، میں اسے سب سکھا دوں گی“۔

ہاں جب وہ یہ پیار محبت کی کینچلی اتاریں گی اور اپنا خطرناک قسم کا ساس پنا ظاہر کریں گی تو میرے اچھے بھی کھانا پکانا سیکھ ہی جائیں گے، دادی اماں تو شاید پھر کچھ رحم دل رہی ہوں گی پھر پاپا مما سے شدید محبت کرتے تھے، انہوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کے گھر والے ان کی بیوی کو اس کا جائز مقام نہیں دے رہے تو بیوی بچوں کو لے کر الگ ہو گئے تھے۔

مما کو تو ایک مجبور ذمہ دار اور محبت کرنے والا شوہر ملا تھا اور میں؟ میرا شوہر گھر سے باہر مختلف لڑکیوں کے ساتھ افیئر چلانے میں مصروف ہو گا، راتوں کو دیر سے گھر آیا کرے گا، جن دنوں اپنے البمز میں مصروف ہو گا تو شاید گھر آیا ہی نہیں کرے گا اور میں گھر پر ظالم ساس کے ہتھے چڑھی رہوں گی، ان کے طنزیہ جملے ہوں گے، دل دکھانے والی باتیں ہوں گی اور میں خاموشی سے سب سنا کروں گی اس لیے کہ میرا تو کھونٹا ہی بڑا کمزور ہے۔

عون بطورِ خاص میری طرف متوجہ نہیں تھا، وہ سب کے ساتھ ہنسی مذاق اور شور شرابے میں مصروف تھا، ڈنر کے بعد سب کے پرزور اصرار پر اس نے اپنے دو تین بے سرے گانے گٹار پر سنائے تھے، میں بیزاری سے بیٹھی ہوئی تھی، گاتے وقت اس نے کئی مرتبہ میری طرف دیکھا تھا، گھر آ کر روشنا نے یہ بات مجھے اس طرح بتائی جیسے اس کے دیکھ لینے سے میری کتنی عزت بڑھ گئی تھی۔

”عون تمہیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا، شکر ہے تم صحیح حلیہ میں گئی تھیں“ جیولری اتارتے ہوئے وہ مجھ سے مخاطب تھی۔

”آتے وقت میں نے اسے اس بات پر چھیڑا تو پتا ہے وہ کیا کہنے لگا؟“ وہ سسپنس پیدا کرتے ہوئے بولی مگر میں نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں پوچھا تو خود ہی بتانے لگی ”کہنے لگا اپنی بیوی ہی کو تو دیکھ رہا ہوں، کسی پرائی لڑکی پر تو نظر نہیں ڈالی میں نے“۔ وہ اس بات کو ابھی انجوائے کر رہی تھی۔

”میں نے اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ تمہیں اس کی لڑکیوں کے ساتھ دوستیاں بالکل پسند نہیں ہیں“ وہ اس طرح بولی تھی جیسے کوئی بہت بڑا

کارنامہ انجام دے آئی ہو اور اب مجھ سے اس کی داد حاصل کرنا چاہ رہی ہو، مجھے جتنا بھی غصہ آرہا ہو مگر روشنا سے کچھ بھی کہنا سننا بے کار تھا، میرا رزلٹ نکاح سے بھی پہلے نکل چکا تھا، اپنے اعزازی نمبروں سے پاس ہو جانے پر میں ڈھنگ سے خوشی بھی نہیں منا پائی تھی۔

رزلٹ کے دو دن بعد وہ منحوس دن آ گیا تھا جب مجھے اس کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا، اب تو نکاح کو ہوئے بھی تین ماہ ہو چکے تھے، میرا آگے پڑھنے کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا، عجیب سی بیزاری اور کوفت نے مجھے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا، مما کے اصرار پر میں نے تنک مزاجی سے ''میرا موڈ نہیں ہے'' کہہ دیا تھا۔



میں مما کے ساتھ کچن میں مصروف تھی، وہ آج کل دل و جان سے میری ٹریننگ کرنے میں مصروف تھیں، کھیر کھانا کتنا آسان ہے اور پکانا؟ میرے خدا، کتنی بڑی دردسری۔ مما سالن میں ادرک وغیرہ کاٹ کر ڈالنے میں مصروف تھیں ساتھ ساتھ مجھے بھی کھیر سے متعلق مختلف ہدایات دے رہی تھیں۔

''بیٹا! فون ہے تمہارا'' پاپا کی آمد مجھے اس وقت بڑی اچھی لگی تھی۔

''کس کا فون ہے، آپ منع کر دیتے، مائلہ بعد میں کال کر لیتی'' مما کا منہ بن گیا تھا۔

''عون کا فون ہے'' پاپا مما کے خفگی بھرے انداز پر مسکرا دیے تھے۔

''کس ڈش کی شامت آئی ہوئی ہے'' میرے سلام کا جواب دیتے ہی اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''ایسے ہی میں مما کی ہیلپ کروا رہی تھی'' میں نے سرسری سا انداز اختیار کیا۔ اس کے فون کرنے پر مجھے کافی حیرت ہو رہی تھی اور میں مسلسل اس کی وجہ سوچنے میں مصروف تھی۔ اتنے سارے دنوں میں یہ اس کی مجھ سے پہلی براہ راست گفتگو تھی۔

''یار! اب کچھ پکانا سیکھ ہی لو، ایک تو یہ کہ میں کوئی بہت بڑا لارڈ نہیں، اب اگر تمہاری قسمت میں کوئی کنگال نہیں تھا تو کوئی ڈیوک بھی نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ ماما کو نوکروں کے ہاتھوں کا پکا کھانا بالکل پسند نہیں۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ کوئی ککنگ کلاسز جوائن کر لو'' وہ اس طرح بول رہا تھا جیسے یہی مسئلہ حل کرنے کے لیے اس نے فون کیا تھا، میرے خاموش رہنے پر وہ دوبارہ خود ہی بولنے لگا۔

''ویسے آج کل کر کیا رہی ہو، ایڈمیشن کیوں نہیں لیا ''ایم ایس'' میں''۔

''بس تھوڑے دن ریسٹ کرنے کا موڈ ہو رہا ہے، لوں گی ایڈمیشن'' میں نے آہستگی سے کہا تھا۔

''اچھا کل تمہیں کہیں جانا تو نہیں ہے؟'' میری بات پر کوئی تبصرہ کیے بغیر اس نے پوچھا۔

''نہیں'' میں نے مختصراً کہا۔

''ٹھیک ہے پھر کل تم رات میں تیار رہنا، ہم ڈنر ساتھ کریں گے''۔

میرے ''ٹھیک ہے'' کہنے پر اس نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا تھا، نکاح کے اتنے دنوں بعد اسے پتا نہیں اچانک کیا سوجھی تھی، میں

حیرت سے سوچتی واپس کچن میں آگئی تھی، مما کے استفسار پر میں نے ڈنر والی بات کے بارے میں بتا دیا تھا۔

''ہاں کل فورٹینتھ ہے نا' اسی لیے وہ تمہیں لے جانا چاہ رہا ہوگا'' انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو مجھے بھی ایک دم یاد آیا تھا، زندگی میں پہلی بار میں خود اپنی ہی سالگرہ بھول گئی تھی، کل میری سالگرہ تھی اور مجھے یاد تک نہیں تھا۔

نکاح کے بعد سے میری اس بارے میں خاموشی کو گھر والے میری نیم رضامندی سمجھ رہے تھے یعنی یہ کہ میں نے حالات سے سمجھوتا کر لیا ہے اور یہ بات جھوٹ تھی بھی نہیں، میں واقعی حالات سے سمجھوتا کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہی تھی۔

اگلے روز مما یا روشنا کے کچھ کہے بغیر خود ہی اہتمام سے تیار ہو گئی تھی، پلین گرے ٹراؤزر اور گھٹنوں سے ذرا اونچی پلین ہی شرٹ کے ساتھ پرنٹڈ بڑا سا دوپٹہ لیا تھا، ٹراؤزر کے پائنچوں اور فرنٹ اوپن شرٹ کے دامن پر ایمبرائیڈری بنی ہوئی تھی۔

روشنا نے عون کو برتھ ڈے گفٹ یا ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے ایک کارڈ ہی دے دینے کے لیے کہا تو میں نے صاف انکار کر دیا تھا، اس کی خدمت میں گفٹ اور کارڈ پیش کرنے لگوں تو مجھ میں اور اس کے آگے پیچھے پھرنے والی لڑکیوں میں کیا فرق رہ جائے گا، یہ تو عون تھا جسے میں نے دل پر پتھر رکھ کر قبول کیا تھا اگر وہ میرا پسندیدہ ترین شخص بھی ہوتا میں تب بھی تحفہ یا کارڈ دینے میں کبھی پہل نہیں کرتی۔

آٹھ بجے کے قریب وہ آیا تھا، میں تیار بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی، مما پاپا سے کھڑے کھڑے سلام دعا کر کے اس نے مجھ سے چلنے کے لیے کہا تھا، اس کے برابر گاڑی میں بیٹھی میں اس کی کانوں میں چبھنے والی موسیقی کو بمشکل برداشت کر رہی تھی۔

''یہ ہیئر کٹ سوٹ کر رہا ہے تم پر'' والیوم ذرا سا کم کرتے ہوئے اس نے ایک نظر مجھ پر ڈال کر کہا۔

''تھینک یو'' میں نے متانت سے جواب دیا تو وہ ایک دم ہنس پڑا، اب کوئی تعریف کرے تو جواب میں شکریہ ہی ادا کرتے ہیں، میں نے کون سی ہنسنے والی بات کی تھی۔

''تم خود بھی بہت اچھی لگ رہی ہو'' میں نے اس کے لہجے میں چھپی شرارت محسوس کر لی تھی، اس لیے اب کی بار جواباً تھینک یو نہیں بولی، میں اس کی طرف سے نظریں ہٹائے کھڑکی سے باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔

لال قلعہ میں اس کے ساتھ بیٹھ کر میں نے اس کے کہنے پر اپنی پسند کی دو تین چیزوں کا آرڈر کر دیا تھا، اس نے اپنی پسند کی چیزیں منگوائی تھیں، شرمانے ورمانے کا مجھے کوئی شوق نہیں مگر اب وہ اس طرح بالکل سامنے بیٹھا اتنے غور سے میری طرف دیکھے چلا جا رہا تھا تو میرا نروس ہو جانا لازمی تھا۔

''میں ایک چیز تو گاڑی میں ہی بھول آیا، تم بیٹھو میں دو منٹ میں آتا ہوں'' وہ کچھ یاد آجانے پر اٹھتے ہوئے بولا تو میں نے سکون کا سانس لیا ورنہ اتنی دیر سے خود کو لاپروا پوز کر کے قصداً اِدھر اُدھر دیکھتے میں تنگ آچکی تھی۔

کچھ ہی دیر میں وہ واپس آگیا اور آتے ہی اس نے ایک کارڈ اور خوبصورت سے ریپنگ پیپر میں لپٹا گفٹ میری طرف بڑھایا، میں نے شکریہ کے ساتھ وہ دونوں چیزیں تھام لی تھیں، اس کا دل رکھنے کے لیے اخلاقاً کارڈ کھول کر دیکھا تو اس پر لکھے الفاظ پر میں تعجب سے ایک نظر اسے

اور پھر کارڈ پر لکھے "Congratulation on your Graduation" کو پڑھا۔

"تمہارے پاس ہونے کا گفٹ ذرا زیادہ ہی لیٹ ہو گیا، اصل میں جب تمہارا رزلٹ آیا میں جیوری بھگتانے میں مصروف تھا اس سے فارغ ہوا تو میں نے سوچا دیر تو ہو ہی گئی ہے اب پاس ہونے کا گفٹ تمہاری سالگرہ کے گفٹ کے ساتھ ہی دوں گا" میرے کچھ کہے بغیر اس نے خود ہی وضاحت کر دی تھی، پھر ایک اور کارڈ میری طرف بڑھایا تو میں سمجھ گئی کہ وہ برتھ ڈے کارڈ ہو گا۔

"تم تو مجھ سے اپنی عمر بھی نہیں چھپا سکتیں، اس بات پر تو تمہیں ضرور افسوس ہوتا ہو گا"۔

اب میں اسے کیا بتاتی سارا افسوس اس عمر ہی کا تو تھا، اس کے سامنے تفصیل سے کیا پڑھنے بیٹھتی سو ایک نظر ڈال کر واپس لفافے میں ڈال دیا تھا۔

"ہاتھ آگے لاؤ" پاس رکھی مخملی ڈبیا اٹھاتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا تو میں نے بجائے ہاتھ آگے کرنے کے جلدی سے دونوں ہاتھ ہی ٹیبل پر سے ہٹا لیے تھے، مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھے برتھ ڈے گفٹ دے گا مگر یہ کہ گفٹ میں رنگ ملے گی جو وہ پہنائے گا بھی خود، وہ بھی اتنے سارے لوگوں کے بیچ۔

"عون! تم مجھے دے دو، میں خود پہن لوں گی" میں نے ایک نظر اس پر ڈال کر سنجیدگی سے کہا تو وہ انکار میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"اپنی اس مہینے کی تقریباً ساری تنخواہ تمہارے تحفوں پر خرچ کر دی ہے، ابھی اپنے پاپا جتنا امیر تو ہوں نہیں، غریب سا بندہ ہوں، اب اگر تم نے اس غریب کا دل توڑ دیا تو یہ بے چارہ تو بس آہ بھر تا رہ جائے گا"۔ مجھے اس کی فضول ضد پر غصہ آرہا تھا، وہ بدستور انگوٹھی ہاتھ میں لیے میرے ہاتھ بڑھانے کا منتظر تھا، میں نے بادل نخواستہ ہاتھ آگے کر دیا تھا، اس نے بڑی خوشی خوشی میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انگوٹھی پہنا دی تھی، میں نے فوراً ہاتھ واپس کھینچ لیا تھا، وہ شاید اسے میری شرم سمجھ رہا ہو گا جبکہ میرا غصے اور کوفت سے برا حال تھا، ایسی چھچھوری حرکتیں مجھے کبھی بھی اچھی نہیں لگتی تھیں۔

"تم سوچ رہی ہو گی کہ میں نے تمہیں ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے نہ کارڈ دیا نہ پھول اور نہ ہی گفٹ۔ بے فکر رہو پھول گاڑی میں رکھے ہیں یہاں اتنا بڑا گلدستہ اٹھا لانا آکورڈ لگ رہا تھا اس لیے اسے گاڑی میں چھوڑ دیا"۔ اس کی بات پر میں نے دل ہی دل میں سوچا تھا کہ پھول بھی لے ہی آتے، انہوں نے کیا بگاڑا تھا۔

"تم نے مجھے برتھ ڈے وش نہیں کیا" خاموشی سے کھانا کھاتے کھاتے اس نے اچانک شکوہ کیا تھا، میں تھوڑی سی شرمندہ ہو گئی تھی۔

"سوری" میں نے فوراً معذرت کی تھی اور پھر اسے سالگرہ کی مبارک باد دے دی تھی، وہ بڑی عجیب نظروں سے میری طرف دیکھ رہا تھا، میں اس سے نظریں چرائے چھری کانٹے کے ساتھ مصروف تھی۔

"صرف ہپی برتھ ڈے، ہپی ویلنٹائن ڈے نہیں؟" اسی طرح مجھ پر نظریں جمائے وہ بڑے عجیب سے لہجے میں بولا تھا۔

میں نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا، میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ بڑی سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہا تھا، میں کچھ گڑبڑا سی گئی تھی، کیا اسے پتا چل گیا ہے کہ میں اس سے شرما نہیں رہی بلکہ بیزار ہو رہی ہوں، اس کا ساتھ مجھے خوشی فراہم نہیں کر رہا بلکہ کوفت اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہا ہے۔

''تم اس رشتے پر خوش ہونا مائلہ؟'' ابھی میں اس ادھیڑ بن میں ہی لگی ہوئی تھی کہ اسے ویلنٹائن ڈے وش کروں یا نہ کروں وہ بول اٹھا تھا، اس کے لہجے میں سنجیدگی اور تشویش کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا، یوں جیسے میرا جواب اس کے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ بے اختیار فورک میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا، دل یک دم اتنی تیزی سے دھڑکا تھا، وہ مجھ سے براہِ راست یہ سوال پوچھ بیٹھے گا میں نے سوچا نہیں تھا۔

''یہ سوال کیوں پوچھا تم نے، ظاہر ہے میں خوش ہوں تب ہی تو یہاں اس وقت تمہارے ساتھ بیٹھی ہوں'' خود کو کمپوز کر کے میں نے بڑے دھیمے انداز میں کہا تھا۔

''میری طرف دیکھ کر کہو یہ بات، سر جھکا کر انسان اس وقت بات کرتا ہے جب جھوٹ بول رہا ہو'' وہ غصے سے بولا تھا۔

''میں جھوٹ نہیں بول رہی عون!'' میں نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے ایک لمحہ کے لیے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''تم جھوٹ بول رہی ہو'' وہ چلایا تھا، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سخت غصے میں ہے اور بڑی مشکل سے خود کو کنٹرول کر رہا تھا، یہ کیا ہو رہا ہے، میں ہراساں ہو گئی تھی، ڈرتے ڈرتے میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بڑے الجھے ہوئے انداز میں بیٹھا تھا۔

''تم نے انکار کیوں نہیں کیا تھا، تم پر کسی نے زبردستی تو نہیں کی تھی، تم کہہ سکتی تھیں کہ تمہیں یہ رشتہ قبول نہیں'' اس کا لاپرواہ اور غیر سنجیدہ انداز بالکل غائب ہو چکا تھا، وہ بہت الجھا ہوا اور مضطرب لگ رہا تھا، اس کی سنجیدہ انداز میں کہی گئی اس بات پر میری آنکھیں بھر آئی تھیں۔

''تم نے انکار کیا تھا؟'' بڑے تھکے ہوئے انداز میں اس نے مجھ سے پوچھا تھا، بے اختیار میری گردن ہل گئی تھی۔

''میں ابھی شادی وادی کے جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتی تھی، میں نے مما کو منع کیا تھا''۔ یہ بات کہ میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی میں نے چھپانے کی کوشش کی تھی مگر اس کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ میری بات سے زیادہ میرے چہرے پر موجود تاثرات کو اہمیت دے رہا ہے۔

''تم نے مجھ سے کیوں نہیں کہا، تم صرف ایک فون کر دیتیں، میں سب کچھ خود ہینڈل کر لیتا، تمہاری اس خاموشی نے ہم دونوں کا کتنا بڑا نقصان کر دیا ہے، مائلہ! تم نے یہ بالکل بھی اچھا نہیں کیا'' وہ مجھ پر سے نظریں ہٹا کر بڑی آہستگی سے بولا، میں کچھ بھی نہیں بول پا رہی تھی بلکہ اب میرے بولنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا، میری آنکھوں سے گرنے والے آنسوؤں سے قطع نظر وہ جانے کے لیے اٹھ گیا، ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا وہ میرے بیٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے مجھ سے قطعاً لاتعلق، میرے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی بڑے طوفانی انداز میں اسٹارٹ کر دی، انتہائی تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے بہت جلدی مجھے گھر پہنچا دیا تھا۔ گاڑی سے اترتے ہوئے میری نظر پچھلی سیٹ پر پڑے سرخ گلابوں کے مہکتے بوکے پر پڑی تھی، اس پر لگے ہوئے کارڈ میں پتا نہیں میرے لیے کیا لکھا گیا تھا۔

میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ پا رہی تھی، خدا حافظ تک میرے منہ سے نہیں نکل سکا تھا، وہ عاشق نہیں شوہر تھا، چاہے میں نے اسے خوشی سے قبول کیا تھا یا ناخوشی سے مجھے رونا آ رہا تھا، بے تحاشا رونا، دل چاہ رہا تھا یہیں کھڑے کھڑے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دوں، سب کچھ کتنا غلط ہو گیا تھا، ایسا کبھی بھی نہیں ہونا چاہیے تھا، میرے بیل بجانے پر اریج گیٹ کھولنے آیا تھا، وہ اسے اندر بلانے کے لیے کچھ کہنا چاہ رہا تھا جب بغیر کچھ کہے وہ ایک دم گاڑی اسٹارٹ کر کے چلا گیا تھا۔ اریج نے اس کے اس طرح فوراً بغیر ملے یا کوئی بات کیے چلے جانے پر میری طرف حیرت سے دیکھا۔

''عون کو کچھ ایمرجنسی ہوگئی تھی، اس کے کسی دوست کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اس لیے تو ہم لوگ بھی اتنی جلدی واپس آگئے ہیں''۔

پہلے اریج اور پھر اندر آ کر مما اور روشنا سے بھی میں نے یہی بات کہی تھی، اصل بات بتانے کی میری ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی۔ روشنا کی نظر میرے ہاتھ پر پڑی تو وہ باقی باتیں بھول کر میرے ہاتھ کو پکڑ کر دیکھنے لگی تھی، مما نے بھی بڑی محبت بھری نگاہوں سے میری انگلی میں اس ڈائمنڈ رنگ کو دیکھا تھا۔

''یہ والا کارڈ تو میں دیکھ سکتی ہوں نا'' روشنا مما کے سامنے ہی شروع ہوگئی تھی Congratulation والا کارڈ بڑے غور سے پڑھ کر وہ گفٹ دیکھنے لگی تھی، میں کمرے میں آئی تو روشنا بھی میرے پیچھے پیچھے آگئی تھی، اس سے اور کیا کیا باتیں ہوئیں، رنگ عون نے ہی پہنائی تھی یا تم نے خود پہن لی تھی اسے اس قسم کی باتوں میں دلچسپی ہو رہی تھی، تھوڑی دیر اس کے سوالوں کا جواب دے کر میں نے بڑی مشکلوں سے'' روشنا! مجھے نیند آرہی ہے'' کہہ کر جان چھڑائی تھی۔ اس کے نکلتے ہی میں نڈھال سی بیڈ پر گر گئی تھی، کچھ دیر پہلے ہونے والی تمام باتیں مسلسل میرے ذہن میں چکرا رہی تھیں۔ الجھن، گھبراہٹ، آنے والے وقت کی فکر، اب کیا ہوگا، آنکھوں سے متواتر آنسو بہے چلے جا رہے تھے۔ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی ذہن الجھ رہا تھا۔ اپنے ہاتھ پر نظر پڑی تو بے اختیار اس کا خوشی سے جھلملاتا چہرہ نگاہوں میں گھوم گیا۔ کیا وہ عون ہاشم علی جیسا دل پھینک شخص مجھ سے محبت کرتا تھا، کیسے اس کا چہرہ ایک دم بجھ سا گیا تھا، اس کے چہرے پر ایک دم اداسی بھی تو چھا گئی تھی۔

ساری رات روتے ہوئے گزر گئی تھی اگلے روز میں نے بہت چاہا کہ عون کو فون کروں، یہ کہوں کہ نکاح سے پہلے وہ مجھے پسند نہیں تھا مگر اب نئے رشتے میں بندھ کر میں اسے پسند کرنے لگی ہوں مگر کیا وہ میرے جھوٹ کا یقین کر لے گا؟ کتنی بار ریسیور اٹھا کر نمبر ملانے کی کوشش کی اور پھر بغیر ملائے ہی ریسیور واپس رکھ دیا، وہ میری بات کا یقین نہیں کرے گا یہ خیال ہر دوسری بات پر حاوی ہو جاتا تھا۔

کاش میں نے نکاح ہونے سے پہلے ہمت کر کے اس کو ہی اپنے انکار سے آگاہ کر دیا ہوتا، کم از کم آج اس طرح کی صورتِ حال سے تو نہ دوچار ہو رہی ہوتی۔

دن پر دن گزر رہے تھے اور ہر گزرتا دن میری فکر میں اضافہ کرتا چلا جا رہا تھا، ستارہ آنٹی اور بڑے پاپا کا رویہ حسبِ سابق تھا، وہ دونوں اکثر ملنے آجایا کرتے تھے، ہر بار آمد پر میرے لیے کچھ نہ کچھ ساتھ ضرور لاتے تھے۔

عون پہلے کون سا ہمارے گھر بہت آتا جاتا تھا جو کوئی اس کے نہ آنے پر حیران ہوتا، روشنا سے ایک بار میں نے سرسری سے انداز میں اس کے بارے میں پوچھا تو وہ ہنستے ہوئے بولی۔

''وہ بے چارہ ایگزیمز اور تھیسس میں مصروف ہے، تم فون کر لو، تمہاری ناک نہیں کٹ جائے گی، ویسے کل ملا تھا مجھے پروفیسر نجمی کے آفس میں، سب کی خیریت پوچھ رہا تھا، تمہاری بھی'' تمہاری بھی پر خاص زور ڈالتے ہوئے وہ مسکرائی تھی۔

☆

عون کا رزلٹ آچکا تھا، اس کی فرسٹ پوزیشن آئی تھی، اس کے B.Arch میں ایڈمیشن کے وقت میں نے جو کچھ سوچا تھا اس سب کے بر

خلاف بڑے شاندار انداز میں اس نے انڈس ویلی سے پاس آؤٹ کیا تھا۔ مما، پاپا، روشنا اور اریج اسے پاس ہونے کی مبارک باد دینے گئے تھے، سب کے بہت کہنے پر بھی میں جانے کے لیے تیار نہیں ہوئی تھی۔ مجھ میں اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ ان آٹھ، نو ماہ کے دوران میں اس سے ایک بار بھی نہیں ملی تھی، اب وہ میرے ساتھ کیا کرے گا، کیا میری پسندیدگی کو انا کا مسئلہ بنالے گا اور شادی کے بعد اس بات پر مجھے ٹیز کرنے کی کوشش کرے گا، اس نے اس بارے میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہا اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ وہ اس بات کو صرف اپنے تک ہی رکھنا چاہتا تھا۔

روشنا کہتی ہے اسے لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں اور میں کون سی قلوپطرہ ہوں جو وہ مجھ پر مرتا ہوگا، وہ شادی کے بعد مجھے خوب اچھی طرح مزہ چکھائے گا، میرا بھیانک مستقبل دن رات مجھے ہولاتا رہتا تھا، کبھی لگتا کہ وہ مجھے اس طرح لٹکا کر رکھے گا، کبھی بھی رخصتی کے لیے نہیں کہے گا بلکہ امریکہ جا کر شاید وہیں شادی وادی بھی کرلے اور میں یہاں اس کے انتظار میں بیٹھی رہوں گی۔

اس کا ایڈمیشن ہوگیا تھا، آج کل وہ بوسٹن جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا، یونیورسٹی میں ایڈمیشن شروع ہوئے تو میں نے پاپا کے کہنے پر ایم ایس میں ایڈمیشن لے لیا تھا، میرا خیال تھا ستارہ آنٹی اس بات کو ناپسند کریں گی مگر انہوں نے بھی کسی ناگواری کا اظہار نہیں کیا تھا۔



اس رات عون کا بہت عرصے بعد ہمارے گھر فون آیا تھا اور وہ بھی میرے لیے۔

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں'' بڑا غیر جذباتی سا انداز تھا۔

وہ کیوں ملنا چاہتا ہے اور کیا بات کرنا چاہتا ہے، میں پریشان سی ہوگئی۔

''میں کل تمہیں یونیورسٹی سے پک کرلوں گا' تم کتنے بجے فارغ ہوگی۔'' میں نے ٹائم بتادیا تو اس نے ''ٹھیک ہے میرا انتظار کرنا'' کہہ کر بات ختم کردی تھی۔

اس کے برابر گاڑی میں بیٹھی میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے سنجیدہ سے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک ڈرائیو کرکے اس نے گاڑی ایک بالکل ہی سنسان سی سڑک کے کنارے پر روک لی تھی۔

''بات کرنے سے پہلے میں تمہیں اس بات کا یقین دلا رہا ہوں کہ ہماری اس بات چیت کا ذکر کسی سے نہیں ہوگا لہٰذا تم بالکل سچ اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر میرے سوال کا جواب دو''۔

میں نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ میری طرف متوجہ نہیں تھا۔

''تمہیں پتا ہے نا میرا ایڈمیشن ہوگیا ہے، دو تین مہینے میں سمسٹر شروع ہوجائے گا تو میں چلا بھی جاؤں گا، جانے سے پہلے میں تم سے تمہارا فیصلہ جاننا چاہتا ہوں، اتنے دنوں میں یقیناً تم نے کوئی نہ کوئی فیصلہ کرہی لیا ہوگا، کسی کے بھی ردِ عمل کا سوچے بغیر تم وہ بات کہو جو تم چاہتی ہو، تم کہو گی تو میں اس رشتے کو ختم کردوں گا''۔ وہ بہت بے لچک اور مضبوط انداز میں بات کررہا تھا۔

''خاموش رہنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، مائلہ! پہلے ہی تمہاری خاموشی نے ہم لوگوں کو خاصا ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے'' وہ

جھنجھلائے ہوئے انداز میں میری طرف متوجہ ہوا تھا۔

''میں ایسا کچھ بھی نہیں چاہتی عون! پلیز تم اس طرح کی باتیں مت کرو''۔

اتنے بے تاثر اور غیر جذباتی انداز میں کی جانے والی اس کی باتوں نے مجھے اندر تک ہلا دیا تھا، ایسی کوئی انتہائی بات تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔ میری بھرائی ہوئی آواز پر وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا تھا۔

''کیا تمہیں ایسی زندگی گزارنا اچھا لگے گا جس میں محبت کا کوئی گزر نہ ہو، صرف سمجھوتا اور مصلحت ہو''۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں کہا تھا۔ میں چپ چاپ بیٹھی اپنے ہاتھوں کو گھورتی رہی تھی۔

''میرے لیے ایسی زندگی گزارنا بہت مشکل ہے پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ دو سال بعد جب میں واپس آؤں تو ایک جھوٹی اور مصلحت آمیز زندگی گزارنے پر خود کو آمادہ کر سکوں''۔

عجیب آنچ دیتا لہجہ تھا اس کا۔ کیا محبت اس کے لیے اتنی اہمیت رکھتی تھی، میں اسے دل پھینک اور بھنورا صفت کہتی تھی، میرے نزدیک وہ ایک فلرٹ تھا، میرے دل کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی، اپنی کوئی بھی کیفیت میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، جب میں خود ہی نہیں سمجھ پا رہی تھی تو اس سے کیا کہتی، مجھے گیٹ پر اتار کر وہ فوراً ہی چلا گیا تھا۔

☆

آج کل میں یونیورسٹی خود گاڑی ڈرائیو کر کے لے آتی تھی۔ تین بجے میں یونیورسٹی سے فارغ ہوئی تھی اور اب جلد از جلد گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ دوپہر کے تین بجے سڑکوں پر اتنا زیادہ ٹریفک بھی نہیں تھا اسی لیے میری اسپیڈ بھی خاصی تیز تھی۔ کالج یونیفارم پہنے وہ لڑکی ایک دم میری گاڑی کے آگے آگئی تھی، فوری طور پر بریک لگا دینے کے باوجود پوری رفتار سے دوڑتی گاڑی اس سے بری طرح ٹکرا گئی تھی۔

میں حواس باختہ سی گاڑی سے اتر آئی، خون میں لت پت وہ سڑک پر بے ہوش پڑی تھی، میں جلدی سے اس پر جھکی تھی، اس کے دل کی دھڑکن چیک کرتے ہوئے مجھے خود اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، ہاتھ پاؤں بری طرح کانپ رہے تھے۔ کتنے عرصے سے میں گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اس سے پہلے کبھی کوئی معمولی سا حادثہ بھی نہیں ہوا تھا۔ اسے خون میں نہایا دیکھ کر میری حالت غیر تھی۔ سفید یونیفارم جگہ جگہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ اسے گاڑی میں اٹھا کر ڈالتے ہوئے میں محسوس کر رہی تھی کہ میرے اعصاب کسی بھی لمحہ میرا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں مگر مارے پریشانی کے مجھ سے گاڑی اسٹارٹ نہیں ہو پا رہی تھی۔

''کیا کروں، کیا پاپا کو فون کروں؟''

میں نے خود سے پوچھا تھا۔ نہیں وہ بہت جلدی پریشان ہو جاتے ہیں اور مما وہ تو پاپا سے بھی زیادہ چھوٹے دل کی ہیں۔ برابر والی سیٹ پر رکھا موبائل اٹھاتے ہوئے میں نے ٹیلی فون انڈکس میں سے بغیر کچھ سوچے سمجھے عون کا موبائل نمبر نکال کر ملایا تھا۔ میں مما پاپا سب کو چھوڑ کر اسے ہی کیوں فون کر رہی ہوں، میں نہیں جانتی تھی۔

''ہیلو'' اس کی آواز سنتے ہی میں نے خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

''عون! میری گاڑی سے ایک لڑکی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے'' مجھے خود نہیں پتا تھا کہ میں رو رہی ہوں۔

''تم کہاں سے بات کر رہی ہو مائلہ؟'' وہ فوراً بولا تھا۔

''خاتونِ پاکستان کالج کے پاس سے'' ایک نظر مڑ کر اس لڑکی پر ڈالتے ہوئے میں نے روتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''اچھا تم رو ؤمت، میں آرہا ہوں'' اس کے بات کرنے کے اسٹائل سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بات کرنے کے ساتھ چلتے ہوئے کچھ کام بھی کر رہا تھا۔

''پلیز تم جلدی آجاؤ''۔ اس کی آواز سن کر پتا نہیں کیسی ڈھارس ہوئی تھی کہ مجھ سے گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ وہ مسلسل مجھ سے بات کیے جا رہا تھا، مختلف ہدایتیں دے رہا تھا، کون سے ہاسپٹل جانا ہے یہ بھی مجھے اس نے بتایا تھا۔

''میں فون بند کر رہا ہوں، تم وہاں پہنچو، میں تمہیں گیٹ پر ہی ملوں گا''۔

میں انتہائی تیز رفتاری سے گاڑی دوڑا رہی تھی۔ میرے ہاتھوں کسی انسان کی جان چلی جائے ایسا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

وہ وعدے کے مطابق ہاسپٹل کے گیٹ کے باہر ہی مل گیا تھا، اسے دیکھتے ہی مجھے اور رونا آنے لگا تھا۔ وہ جلدی سے چلتا ہوا میری گاڑی کے پاس آیا تھا۔ میں گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔ لڑکی پر ایک نظر ڈال کر اس نے تسلی دینے والے انداز میں میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''Be brave'' بس یہ دو لفظ وہ مجھ سے بولا تھا۔ میرے برخلاف نہ اس کے چہرے پر پریشانی نظر آئی تھی اور نہ ہی وہ حواس باختہ ہوا تھا، بڑا پرسکون اور مکمل طور پر کمپوزڈ۔ ہم ہاسپٹل کے اندر آچکے تھے، مجھے ایک بینچ پر بٹھا کر وہ یہاں وہاں بھاگتا پتا نہیں کیا کرتا پھر رہا تھا۔ مجھے بینچ پر بیٹھنے کے لیے کہتے ہوئے اس نے اس لڑکی کے گھر والوں کو فون کرنے کے لیے کہا تھا۔ اس کا بیگ گاڑی سے نکال کر میں نے اس میں سے اس کے گھر کا فون نمبر ڈھونڈ کر وہاں کال کر دی تھی اور اب بینچ پر بیٹھی مسلسل دعائیں کیے جا رہی تھی۔ میں روتے ہوئے خدا سے اس انجان لڑکی کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اس کے سر میں سے جس طرح خون کا فوارہ نکلا تھا وہ مجھے ابھی تک دہشت میں مبتلا کیے ہوئے تھا، پتا نہیں اس کے کہاں کہاں چوٹیں آئی تھیں۔ میں نے تو کبھی کسی کو سوئی تک نہیں چبھوئی اور آج۔ جبکہ آج تو واقعی بہت بڑی بات ہو گئی تھی، اس جگہ تو شاید کوئی مضبوط اعصاب کی لڑکی بھی میری ہی طرح ری ایکٹ کر رہی ہوتی۔

عون مجھے یہاں بٹھا کر خود پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا، میں اس کی واپسی کی منتظر تھی، وہ آئے اور آ کر کہے کہ ''خطرے کی کوئی بات نہیں، معمولی سی چوٹیں تھیں، وہ لڑکی اب بالکل ٹھیک ہے''۔ کافی دیر بعد عون مجھے کوریڈور میں نظر آیا مگر وہ اکیلا نہیں تھا، اس کے ساتھ پولیس یونیفارم میں دو افراد بھی تھے۔

''پولیس؟'' میں نے دہل کر سوچا تھا۔ اتنی دیر میں ابھی تک یہ بات تو میرے ذہن میں آئی بھی نہیں تھی کہ یہ پولیس کیس تھا۔ یا اللہ! میں نئے سرے سے کانپ اٹھی تھی۔ جتنی محفوظ اور پرسکون زندگی میں نے گزاری تھی وہاں پولیس، تھانہ، عدالت سب صرف ڈراموں اور فلموں ہی میں

دیکھا جا سکتا ہے۔

وہ لوگ میرے پاس نہیں آ رہے تھے بلکہ دور کھڑے آپس میں بات کر رہے تھے۔ دھڑکتے دل کے ساتھ میں ان لوگوں کی باتیں سننے کی کوشش کرنے لگی تھی، عون غصے میں اور جھنجھلایا ہوا لگ رہا تھا۔

''میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ یہ ایکسیڈنٹ بالکل اتفاقیہ ہوا ہے، اس لڑکی کو جان بوجھ کر مارنے کی میری کوئی نیت نہیں تھی، اگر مجھے فرار ہونا ہوتا تو اسے خود ہاسپٹل لے کر نہ آیا ہوتا، اس کے گھر والوں کو خود فون کر کے انفارم نہیں کرتا، ایکسیڈنٹ کے وقت میری کزن میرے ساتھ تھی اور وہ اس حادثے کو دیکھ کر بہت زیادہ ڈر گئی ہے، اگر مجھے خود اسے گھر چھوڑنے کے لیے جانے کی اجازت نہیں مل سکتی تو کم از کم مجھے ایک فون کال کی اجازت تو مل سکتی ہے۔ میں اسے گھر بھجوا دوں، بے فکر رہیں، میں کہیں بھاگ نہیں رہا''۔

یہ عون کیا کہہ رہا ہے، وہ لوگ آپس میں کوئی اور بات بھی کر رہے تھے مگر میری سمجھ میں اب ان لوگوں کی کوئی بات نہیں آ رہی تھی، میں ایک دم بینچ پر سے کھڑی ہو گئی تھی، اسے اپنی طرف آتا دیکھ کر میں خود بھی تیز تیز اس کی طرف بڑھی تھی۔

''تم نے جھوٹ کیوں بولا عون؟'' وہ میرا سوال نظر انداز کر کے مجھے واپس بینچ کی طرف لے آیا اور بولا ''تم گھر جاؤ، احمر کو میں نے فون کر کے بلایا ہے، وہ تمہیں گھر چھوڑ آئے گا''۔ اس کا لہجہ بہت دو ٹوک قسم کا تھا۔

''کیوں جاؤں میں گھر، ایکسیڈنٹ مجھ سے ہوا ہے تو اس کی سزا بھی مجھے ہی ملنی چاہیے'' میں نے بہت خفگی سے اس کی سمت دیکھا تھا، شاید میری آواز بھی تھوڑی بلند ہو گئی تھی تب ہی وہ ایک دم سمجھانے والے انداز میں بولا۔

''یہاں پر پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، اس لڑکی کو معمولی چوٹیں آئی ہیں، وہ جلد ہی ہوش میں آ جائے گی، تم اتنی ٹینس لگ رہی ہو اس لیے میں تمہیں گھر جانے کو کہہ رہا ہوں''۔

''تم جھوٹ بول رہے ہو، وہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے اگر وہ ٹھیک ہوتی تو تم کبھی بھی مجھے بچانے کے لیے جھوٹ نہ بولتے، میں ابھی پولیس کو......''۔ میری غصے میں کہی گئی بات کو اس کی چیخ نے ادھورا چھوڑ دیا تھا۔

''جب میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم گھر جاؤ تو تمہاری سمجھ میں میری بات کیوں نہیں آ رہی'' وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ آس پاس سے گزرتے کئی لوگوں نے مڑ کر ہماری طرف دیکھا تھا۔

مجھے ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

''احمر تم آ گئے'' سیڑھیوں ہی پر اسے اپنا دوست نظر آ گیا تھا۔ ''مائلہ کو گھر پہنچا کر تم واپس یہیں آ جانا''۔

وہ مجھے اور احمر کو سیڑھیوں پر کھڑا چھوڑ کر واپس مڑ گیا تھا۔ مجھے بے تحاشا رونا آ رہا تھا، اسے مصیبت میں ڈال کر خود اطمینان سے گھر چلی جاؤں کیا میرا ضمیر مجھے اس بات کی اجازت دے سکتا تھا، میں بے اختیار اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

''عون!'' میرے پکارنے پر وہ پیچھے مڑا تھا۔ ''ایک رشتہ ہے نا ہمارے درمیان ایسا جس کے ناتے میں تمہیں کسی بات کا حکم دے سکتا ہوں، تم

سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو" وہ بہت آہستگی اور دھیمے سے انداز میں بولا تھا۔

"لیکن عون......!" میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا مگر وہ میری بات کاٹتے حکمیہ انداز میں بولا۔

"تم اس وقت مجھے میرا یہ حق استعمال کرنے دو، بغیر کوئی سوال کیے"۔

"چلیں" پیچھے کھڑا احمر بھی ہم لوگوں کے پاس ہی آ گیا تھا۔ میں یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی مگر جا رہی تھی۔ اس نے اپنے حق کی بات کس وقت اور کس انداز میں کی تھی۔ سارا راستہ میں روتی رہی تھی، احمر مسلسل مجھے سمجھا رہا تھا، تسلی دے رہا تھا۔ مجھے گیٹ پر اتار کر وہ واپس ہاسپٹل چلا گیا تھا۔

مما میرے دیر ہو جانے پر ادھر سے ادھر پریشان پھر رہی تھیں۔ پاپا کو فون کر کے آفس سے بلوا لیا گیا تھا۔ جس طرح میں روتی ہوئی گھر میں گھسی اس سے سب اور بھی پریشان ہو گئے تھے۔ میں نے روتے روتے ساری بات بتا دی تھی۔

"عون نے سارا الزام اپنے اوپر لے لیا، اگر وہ لڑکی نہیں بچی پھر کیا ہو گا؟" میں نے روتے ہوئے مما سے کہا تھا جو خود بھی بہت پریشان سی لگ رہی تھیں۔

"عون کچھ بھی کہتا رہے، میں پولیس کو سب کچھ سچ بتا دوں گی۔ بتا دوں گی کہ وہ مجھے بچانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے" میں مما کے گلے لگ کر رو پڑی تھی۔

پاپا اسی وقت ہاسپٹل چلے گئے تھے۔ مما مجھے دلاسا دے رہی تھیں مگر ان کے چہرے پر چھایا تفکر مجھے مزید ہراساں کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں مما نے پاپا کو فون کیا تھا، میں پاس کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی، وہ بہت فکرمندی سے مما سے کہہ رہے تھے۔

"دعا کرو، لڑکی کی حالت ٹھیک نہیں ہے، اس کے سر میں بہت شدید چوٹیں آئی ہیں، ڈاکٹرز زیادہ پر امید نہیں لگ رہے"۔ فون بند کرتے ہی مما وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی تھیں۔ میں بھی جیسے کسی سکتے کی کیفیت سے باہر نکلی تھی۔ یہ وقت تو دعا کا تھا۔ بیٹھ کر رونے اور پریشان ہونے سے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہونا تھا۔ ہمارے گھر میں سوگ کی سی کیفیت تھی۔

ساری رات میں، مما اور روشا دعائیں مانگتے رہے تھے۔ مما نے بیچ بیچ میں کئی بار پاپا کو فون کیا تھا۔ ہر بار یہی پتا چلتا تھا کہ وہ آئی سی یو میں ہے اور اسے ہوش نہیں آ رہا ہے۔ میری ذرا سی غفلت کتنے لوگوں کو پریشان کرنے کا باعث بنی تھی۔ صبح نو بجے کے قریب پاپا کا فون آیا تھا، وہ خوشی سے بھرپور آواز میں اس کے ہوش میں آ جانے کی نوید سنا رہے تھے۔ اس کے بہت چوٹیں آئی تھیں، بہت سا خون ضائع ہو گیا تھا، پاؤں میں فریکچر ہو گیا تھا مگر وہ زندہ تو تھی، بغیر کسی معذوری کے۔ اس کی یہ چوٹیں، یہ فریکچر سب ٹھیک ہو جائیں گے اور وہ پہلے ہی کی طرح نارمل زندگی گزارے گی۔ میری وجہ سے اسے اور اس کے گھر والوں کو کوئی بہت بڑا صدمہ اور دکھ نہیں اٹھانا پڑا۔ میں رو رو کر اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا۔ کتنی بڑی آزمائش میں سے مجھے میرے اللہ نے نکال دیا تھا۔

کل دوپہر سے لے کر آج صبح نو بجے تک کا یہ سخت ترین وقت شکر تھا کہ ٹل گیا تھا۔ اس کے علاج معالجے کی مکمل ذمہ داری پاپا نے لے لی

تھی۔ گھر واپس آ کر پاپا مما کے پوچھنے پر وہاں کی تمام باتیں تفصیل سے بتا رہے تھے۔

''آج سے تمہاری ڈرائیونگ پر پابندی ہے'' مما نے عون کی بھاگ دوڑ، پاپا کی پریشانی سب کا احوال سنتے سنتے اچانک مجھ سے سرد انداز میں کہا تھا۔

''اب اسے ڈانٹو تو مت۔ وہ خود بھی تو بہت پریشان رہی ہے'' پاپا نے میری طرف داری کرنے کی کوشش کی تو مما نے انہیں بھی ٹوک دیا۔

''آپ بے کار میں اس کی وکالت مت کریں، کتنا سب کا خون خشک کروایا ہے اس نے، اور بے چارہ عون، اسے بھی کتنا پریشان کیا ہے''۔

مجھے ان کی ڈانٹ ڈپٹ بالکل بھی بری نہیں لگ رہی تھی بلکہ مما مجھے اس سے پہلے کبھی اتنی اچھی لگی ہی نہیں تھیں جتنی آج۔

''مما آپ صحیح کہتی تھیں، آپ نے واقعی میرے لیے ایک بہترین انسان پسند کیا ہے'' میں دل ہی دل میں ان سے مخاطب تھی۔ وہ مجھے ڈانٹ کھا کر ہنستا دیکھ کر اور غصے میں آ گئی تھیں۔

''ڈھٹائی دیکھو، میں ڈانٹ رہی ہوں اور محترمہ یوں ہنس رہی ہیں جیسے انہیں لطیفے سنائے جا رہے ہوں'' وہ مجھے گھورتے ہوئے بولی تھیں اور میں نے ہنستے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دی تھیں۔

''مما! آپ اس دنیا کی سب سے اچھی مما ہیں''۔ روشنا اور پاپا میرے اسٹائل پر ہنس پڑے تھے جبکہ مما نے اپنے لبوں پر آتی بے ساختہ مسکراہٹ کو بمشکل پیچھے دھکیلا تھا۔

میں اسے امچیور کہتی تھی، وہ غیر سنجیدہ ہے، لاابالی ہے، ایسا شخص مجھے کیا تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔ یہ تھے میرے خیالات عون ہاشم علی کے بارے میں۔ اور میں خود؟ میں خود کیا تھی، کیا میں بہت میچور اور سمجھ دار تھی۔ نہیں میں بالکل بھی میچور نہیں تھی، بچپنا اور ناسمجھی تو مجھ میں تھی اس میں تو نہیں۔ وہ تو بہت ذمہ دار اور میچور تھا۔ اس نے سوچ سمجھ کر مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور جسے اس نے اپنی زندگی میں شامل کیا تھا اس کا ساتھ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ نبھانے کے لیے تیار تھا۔ امچیور تو میں تھی جو خوابوں کی دنیا میں رہا کرتی تھی۔ اونہہ آئیڈیل۔ یہ آئیڈیل آخر کیا بلا ہے جو ہم لڑکیاں اسی ایک لفظ کو اپنی زندگی کی اساس بنا لیتی ہیں۔ میرا آئیڈیل بڑی عمر کا گریس فل سا مرد، جو پختہ سوچ کا مالک ہو، جو زندگی میں کبھی کوئی مشکل وقت پڑنے پر مجھے سہارا دے سکے، جس کے فیصلے بروقت اور دوٹوک ہوں، جس کے ساتھ ہونے پر میں خود کو محفوظ سمجھوں۔

عون مجھے اسی لیے تو اچھا نہیں لگتا تھا کہ وہ میرا ہم عمر ہے، اس کی اچھل کود، گانا بجانا میں اس سب سے نفرت کرتی تھی۔ اس بہت اچھے انسان کو اپنی ایک احمقانہ ضد کے پیچھے گنوانے جا رہی تھی۔ میرے آئیڈیلزم نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ اپنے خوابوں کے پیچھے اندھا دھند بھاگتے میں نے کبھی غور ہی نہیں کیا کہ سامنے موجود سچائی میرے خوابوں سے کہیں حسین ہے، وہ میرے خوابوں میں آنے والے سے بھی بڑھ کر اچھا ہے، اتنا اچھا کہ مجھے خود پر فخر ہو رہا ہے کہ ایسا شخص میری زندگی میں شامل ہے جو میری طرف آئی کوئی بھی بلا اپنے سر لینے کو تیار ہے، میری طرف آتی کوئی بھی مصیبت وہ خود پر لے لیتا ہے۔ اسے خود سے بڑھ کر میری فکر ہے۔ اس نے کبھی میرے ساتھ محبت کے بلند بانگ دعوے نہیں کیے مگر اپنے عمل سے اپنی محبت کی سچائی اور شدت کو ضرور ظاہر کر دیا ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی مجھے تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔ فرض کیا مجھے میرا آئیڈیل مل جاتا۔ کوئی مشکل

وقت پڑتا اور وہ میرا ساتھ نہ دے پاتا پھر؟ یا ساتھ تو ہوتا مگر میری کسی غلطی کی سزا کو خود بھگتنے کے لیے تیار نہ ہوتا، مجھ پر آیا الزام خود پر نہ لیتا پھر میں کیسا محسوس کرتی، کیا اس وقت مجھے تحفظ کا احساس ہو سکتا تھا؟ عون! تم میرے لیے اللہ کی طرف سے انعام ہو۔ میرے مما، پاپا کی میری خوشیوں کے لیے مانگی جانے والی کوئی دعا ہو۔ مجھے تمہارے ساتھ پر فخر ہے۔ عون! محبت تو شاید میں تم سے بہت پہلے ہی سے کرنے لگی تھی۔ بس صرف یہ تھا کہ میں خود اپنے آپ سے جھوٹ بولتی رہی۔ اپنے احمقانہ خوابوں میں الجھ کر اس محبت کو کبھی دریافت ہی نہ کر پائی جو میرے دل میں تمہارے لیے پیدا ہو چکی تھی۔ یہ محبت ہی تو تھی عون جو میں آج تک تمہاری پہنائی یہ انگوٹھی اپنی انگلی سے نہیں نکال پائی۔ تمہارا انگوٹھی پہنانا جو مجھے بہت عامیانہ پن لگا تھا مگر میں اسے کبھی اتار نہ سکی۔

''مجھے تم سے محبت ہے'' یہ جملہ کتنا تھرڈ کلاس، کتنا چیپ اور بے ہودہ لگتا ہے مگر آج جس سے میں یہ جملہ بولنے جا رہی ہوں اس سے یہ بات بولنے میں مجھے شرمندگی محسوس نہیں ہو رہی۔ پہلے ہی میں اپنی نادانی اور کم فہمی کے سبب اسے خود سے بہت دور کر چکی ہوں۔ مجھے اسے واپس اپنی طرف لانا ہے، خود اس کے پاس جا کر۔



پاپا آفس کے کام سے اسلام آباد جا رہے تھے، رات تک میں نے کسی کو بھی اپنے صبح کے پروگرام سے آگاہ نہیں کیا تھا، مجھے تیار ہو کر نیچے آتا دیکھ کر مما اور پاپا دونوں ہی حیران ہوئے تھے۔

''اتنی صبح صبح کہاں جانا ہے بیٹا؟'' بریف کیس میں اپنی فائلز رکھتے ہوئے پاپا نے تعجب سے پوچھا تھا۔

''مجھے بڑے پاپا کے گھر جانا ہے، آپ مجھے وہاں ڈراپ کرتے ہوئے چلے جایئے گا''۔

پاپا نے ایک نظر مجھے اور ایک نظر وال کلاک کو دیکھا جو چھ بجا رہی تھی کہ آج کے دن کی مبارک باد اسے سب سے پہلے میں دینا چاہتی ہوں۔ آج اسے برتھ ڈے وش کرنے والی سب سے پہلی ہستی میں کہلائی جانا چاہتی ہوں بلکہ آج ہی کیوں، آئندہ آنے والی بے شمار سالگرہیں بھی اسے سب سے پہلے میں وش کرنا چاہتی ہوں۔ اتنے دن اسی لیے تو رکی رہی تھی۔ مجھے آج کے دن کا انتظار اس سے پہلے کبھی اتنی شدتوں سے نہیں ہوا تھا۔

پاپا بدستور میری طرف حیرت سے دیکھ رہے تھے جبکہ مما کی سمجھ میں شاید ساری بات آگئی تھی۔ وہ پاپا کے بالکل پاس ہی کھڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے آہستہ سے پاپا سے کچھ کہا تھا، ان کی بات سنتے ہی پاپا مسکرا دیے تھے۔

''چلو!'' مجھ سے مزید کوئی سوال کیے بغیر انہوں نے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ کمرے میں سے پھول اور کارڈ وغیرہ اٹھا کر میں ان کے پیچھے بھاگی تھی۔ بڑے پاپا گیٹ پر ہی مل گئے تھے۔ وہ ابھی ابھی واک کر کے واپس آئے تھے، پاپا سے دعا سلام کر کے وہ میری طرف متوجہ ہوئے تھے، انہوں نے مجھ سے صبح صبح آنے پر کوئی سوال نہیں کیا تھا، میرے ہاتھوں میں موجود پھولوں نے کسی بھی قسم کے سوال جواب کی گنجائش ہی ختم کر دی تھی۔

وہ باہر لان میں موسم انجوائے کر رہے تھے اور میں سیدھی اندر آگئی تھی۔ بہاروں کا یہ موسم مجھے اپنے اندر باہر ہر طرف پوری شدتوں سے محسوس ہو رہا تھا۔ ستارہ آنٹی تخت پر بیٹھی تسبیح کرنے میں مصروف تھیں، اپنے وظیفے کے دوران وہ مجھ سے بات چیت تو نہیں کر سکتی تھیں البتہ پاس بلا کر

پیار ضرور کیا تھا۔ گھر میں اور سب نے مجھے اس کے لیے پھول لاتے دیکھ لیا مگر مجھے اپنے دیکھ لیے جانے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی۔ یہ پھول میں اس کے لیے لائی تھی جس میں اور مجھ میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ ہماری پسند، ناپسند، عادتیں سب ایک دوسرے کی ضد ہیں اتنے سارے اختلافات کے باوجود ایک چیز ہے جو ہم میں مشترک ہے جو ہمیں ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر رکھ سکتی ہے اور وہ ایک چیز محبت ہے اور یہی ایک چیز دوسری ہر چیز سے بڑھ کر اہم ہے۔ ہم میں سب کچھ مشترک ہوتا مگر محبت نہ ہوتی کیا اس سے یہ بات بہتر نہیں کہ محبت ہے اور کچھ نہیں۔ میں دروازے پر دستک دیئے بغیر اندر آ گئی تھی، وہ بیڈ پر آڑا ٹیڑھا پڑا گہری نیند سو رہا تھا۔ کمپیوٹر آن تھا، غالباً کمپیوٹر پر ڈرائنگ بناتے بناتے کچھ دیر ستانے کے ارادے سے لیٹ گیا ہوگا، ورنہ کمپیوٹر آن چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ کچھ دیر میں اس کی بنائی ڈرائنگ بغور دیکھتی رہی تھی، غالباً کسی گھر کی انٹیریئر ڈیزائننگ کی جا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر فارغ ہوئی عون کی طرف متوجہ ہوئی۔ اف یہ عون کتنے بے تکے انداز میں سوتا ہے۔ تکیہ، کمبل دور پڑے ہوئے تھے، اے سی چلائے فروری کے مہینے کو غالباً جون جولائی سمجھا جا رہا تھا۔

''آئندہ ہونے والی لڑائیوں میں سے ایک لڑائی اے سی چلائے جانے پر بھی ہونی ہے'' میں نے خود سے کہا تھا۔

پھول اور کارڈ اس کے سرہانے رکھ کر میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا ٹائم پیس اٹھایا اور اس میں الارم لگا کر دوبارہ اسے وہیں رکھ دیا۔ میرے رکھتے ہی الارم زور و شور سے بجنا شروع ہو گیا تھا۔ الارم بھی ایسا پسند کیا تھا موصوف نے جیسے مردے مل کر کورس گا رہے ہوں مگر اس وقت اسے سن کر میں مسکرائی تھی۔ ادھر اُدھر ہاتھ مار کر اس نے تکیہ اٹھایا اور اپنے سر پر رکھ لیا تھا مگر وہ شور ایسا نہ تھا کہ تکیے سے دب سکتا۔ دو چار کروٹیں اس نے بے چینی کے عالم میں لیں جیسے اپنے ڈسٹرب کیے جانے پر بہت جھنجلا رہا ہو۔ مجھ پر ابھی تک اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اپنے اٹھائے جانے کا سارا غصہ بے چارے ٹائم پیس پر نکالا گیا تھا۔ اس سے فارغ ہو کر جو وہ سیدھا ہوا تو نظریں سیدھی مجھ پر پڑی تھیں۔

ایک سیکنڈ کے لیے تو وہ سکتے کی سی کیفیت میں مبتلا رہا تھا۔ بے یقینی اور حیرت کے سبب اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکل سکا تھا۔ لیٹے لیٹے وہ تحیر سے میری سمت دیکھے جا رہا تھا پھر ایک دم سے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

''گڈ مارننگ!'' میں بیڈ سے کچھ ہی فاصلے پر رکھی راکنگ چیئر پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ میرے گڈ مارننگ کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے خاموشی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''Many happy returns of the day'' میں نے گفٹ اور کارڈ اس کی طرف بڑھائے تھے۔ اتنی دیر میں پہلی بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔ گفٹ اور کارڈ میرے ہاتھ سے لیتے لیتے اس کی نظر اپنے پاس رکھے پھولوں پر بھی پڑ گئی تھی اور پھولوں کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ ایک دم غائب ہو گئی تھی۔

''اتنی صبح صبح مبارک باد؟'' اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

''ہاں، اس لیے کہ آج تمہیں سب سے پہلے میں وش کرنا چاہتی تھی'' میں نے اطمینان سے کہا تھا۔ ''پچھلی سالگرہ پر میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا تھا، تمہیں وش تک نہیں کیا تھا'' میں نے شرمندگی سے اعتراف کیا تو وہ فوراً بولا۔

''اچھا تو اپنے پچھلے سلوک کے ازالے کے لیے صبح صبح تشریف لائی گئی ہے''۔

''عون! میں تم سے اپنی پچھلی ہر بدتمیزی کے لیے معذرت کرنے آئی ہوں'' میں نے اس کا طنزیہ لہجہ نظرانداز کر کے لجاجت سے کہا تھا۔

''تم نے میرے ساتھ کوئی بدتمیزی نہیں کی، تمہیں معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اگر میں تمہیں پسند نہیں تو اس میں بدتمیزی کی تو کوئی بات نہیں، ہم زبردستی کسی کے دل میں اپنی محبت کیسے پیدا کروا سکتے ہیں، مجھے تم سے بس اتنی سی شکایت ہے کہ تم نے اس رشتے کو قبول ہی کیوں کیا تھا، مجھے یہ بات ڈسٹرب کرتی ہے کہ تم نے مجھے اپنے دل کی خوشی کے ساتھ قبول نہیں کیا، میں تم پر مسلط کیا گیا ہوں'' وہ اسی سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوا تھا۔

''ایسا نہیں ہے عون!'' میں آگے کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی مگر اس نے میری بات کاٹ دی تھی۔

''پلیز مائلہ! میرے ساتھ محبت کا کوئی جھوٹا اظہار مت کرنا، یہ بات میں برداشت کر گیا کہ تم نے مجھے بہ حالتِ مجبوری قبول کیا ہے مگر یہ بات برداشت نہیں کر پاؤں گا کہ تم مجھ سے جھوٹی محبت جتاؤ، تمہاری ناپسندیدگی کو میں اپنی انسلٹ نہیں سمجھتا مگر اس بات کو ضرور اپنی انسلٹ سمجھوں گا اور کوئی میری انسلٹ کرے میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا''۔

اس کا لہجہ بہت دوٹوک اور ناراضی لیے ہوئے تھا۔ اب میں اسے اپنا یقین کیسے دلاؤں، میں الجھ کر رہ گئی تھی۔ کیسے بتاؤں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہی، مجھے واقعی اس سے بہت شدید محبت ہوگئی ہے۔

''میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا، اس روز جو کچھ ہوا وہ سب کرنا میرا فرض تھا اگر میں نے تمہاری ذمہ داری قبول کی ہے تو اسے ہر حال میں نبھانا مجھ پر فرض ہے''۔

وہ کتنے غلط انداز میں بات کو سوچ رہا تھا، میں کیا اس کے احسان کا بدلہ چکانے آئی تھی، اس کی بدگمانی نے مجھے بہت دکھی کر دیا تھا۔ کتنے خشک انداز میں وہ ذمہ داری اور فرائض کی باتیں کر رہا تھا یوں جیسے ہم میں اور تو کوئی رشتہ تھا ہی نہیں۔

''کوئی فرض ورض ادا نہیں کر رہے تھے تم، صاف کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں میری بہت پرواہ ہے اس لیے تم میرا خیال رکھ رہے تھے، اگر اپنے منہ سے یہ بات کہہ دو کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے تو تمہاری ناک نہیں کٹ جائے گی''۔

میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے اور میں روتے ہوئے چڑچڑے انداز میں بولی تھی۔ دوپٹے سے آنکھیں اور ناک رگڑتے مجھے اپنے رونے اور اس کے اجنبی انداز پر سخت غصہ آ رہا تھا۔

''یہ لو'' اس نے ٹشو پیپر باکس میری طرف بڑھایا تھا، میں نے بجائے ٹشو لینے کے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتی نگاہوں سے میری سمت دیکھ رہا تھا۔

''تم سمجھ رہے ہو میں تمہارے احسانوں کے بوجھ تلے دب کر احساسِ ممنونیت کے زیرِ اثر تم سے محبت کا اظہار کرنے آئی ہوں''۔ میں نے خفا خفا سی نظریں اس پر ڈالیں وہ جواباً کچھ بھی نہیں بولا، اس بات سے اور بھی دل برداشتہ ہوگئی تھی۔

''ایک بے وقوفانہ سا آئیڈیلزم تھا جو میرے ذہن پر سوار رہا کرتا تھا۔ میرا آئیڈیل مجھ سے عمر میں بہت بڑا، کوئی سوبر اور میچور سا آدمی۔ تم

شاید یہ سمجھتے ہو کہ میں کسی اور کو پسند کرتی تھی اور اسی لیے تمہارے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی لیکن تم بالکل غلط سمجھتے ہو عون! مجھے تم بہت پہلے سے اچھے لگتے ہو، بس اپنے احمقانہ خیالوں کی دنیا میں رہتے ہوئے میں خود سے بھی اس بات کا اعتراف نہیں کر پاتی تھی کہ تم مجھے اچھے لگتے ہو۔ اس کا ثبوت یہ رنگ ہے، یہ میں تمہیں دکھانے کے لیے آج پہن کر نہیں آئی ہوں بلکہ اسی روز سے یہ میری انگلی میں جوں کی توں موجود ہے۔ ہاں اس روز جس طرح تم نے میرا ہر الزام خود پر لے لیا تو مجھے ایک دم احساس ہوا کہ تم میرے آئیڈیل سے بھی بڑھ کر اچھے ہو، میں تو بس خود اپنی ہی ضد میں اس بات کو قبول نہیں کرتی تھی، خود اپنے آپ سے ہار مان جانے کے لیے تیار نہیں تھی مگر آج میں تمہارے سامنے اس بات کا اعتراف کرنے آئی ہوں کہ تم میرے لیے اس دنیا کے سب سے اچھے انسان ہو، مجھے اس بات پر فخر محسوس ہوتا ہے کہ تم میری زندگی میں شامل ہو، تم واقعی بہت اچھے ہو عون!''۔

میں اسے ہر صورت اپنا یقین دلانا چاہتی تھی، اس کی ہر بدگمانی دور کرنا چاہتی تھی۔ بات ختم کر کے اس کی طرف اپنی بات کا اثر دیکھنے کے لیے نظر ڈالی تو وہ بڑی شرارت بھری نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔

''اور تعریفیں کرو نا میری، تمہارے منہ سے اپنی تعریفیں سن کر بہت مزہ آ رہا ہے'' میں ایک دم جھینپ سی گئی تھی۔

''زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے، خود تو اپنی انا کا پرچم اونچا کیے فرض اور ذمہ داری کا راگ الاپ رہے ہیں اور مجھ سے توقع رکھی جا رہی ہے کہ میں قصیدوں پر قصیدے پڑھتی چلی جاؤں'' اتنی دیر سے اس کی یہی بات تو مجھے مسلسل غصہ دلائے جا رہی تھی۔

''تم تو اچھے خاصے رومینٹک قسم کے خیالات رکھتی ہو، میں خوامخواہ فکر مند تھا کہ میرے جیسے رومینٹک اور آرٹسٹک اپروچ رکھنے والے بندے کو تم میں کیا چارم نظر آیا ہے''۔ اس کے ان کمنٹس پر مجھے اور بھی غصہ آیا تھا۔ وہ میری ناراض شکل پر نظریں دوڑاتے ہوئے بولا۔

''اس روز تم سے فون پر بات کرتے ہوئے مجھے احساس ہوا کہ تمہاری آواز میں وہ گرم جوشی اور خوشی محسوس نہیں ہو رہی جو ہمارے نئے رشتے کے حوالے سے ہونی چاہیے تھی، پھر میں نے اسے اپنا وہم سمجھ کر ٹال دیا تھا مگر اگلے روز جب ہم ڈنر کرنے گئے تو تمہاری شکل دیکھتے ہی مجھے کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا تھا۔ میں مسلسل تمہارے تاثرات نوٹ کر رہا تھا، کتنی دیر تک خود کو جھٹلا سکتا تھا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ تم اس رشتے پر خوش نہیں ہو اور یقین کرو اس بات نے مجھے بہت ہرٹ کیا تھا۔ اس روز جتنا میں ہرٹ ہوا جیسا میں نے دکھ محسوس کیا اس سے پہلے کبھی بھی نہیں کیا تھا۔ اس بات پر نہیں کہ تم مجھے پسند نہیں کرتیں بلکہ اس بات پر کہ میں زبردستی تمہاری زندگی میں شامل ہو گیا تھا، مجھے تم پر بھی بہت غصہ آیا تھا''۔

اچانک سنجیدہ ہو گیا تھا۔ میں اس کی طرف بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔

''جب تم اپنے پیپرز کی وجہ سے یہاں آ کر رہی تھیں اور مجھ سے پرنٹر پر کام کرنے کی اجازت مانگی تھی، میں صرف مہمان سمجھ کر تمہارے ساتھ اچھی طرح بات چیت کر رہا تھا، مجھے اندازہ تھا کہ تم بچپن کی باتوں کو اب تک دل سے لگائے بیٹھی ہو اور ان باتوں پر تم ہم لوگوں سے ناراض بھی ہو، صرف تمہاری غلط فہمی دور کرنے اور اپنائیت کا احساس دلانے کے لیے میں نے تمہارا اسائنمنٹ ٹائپ کرنے کی بات کی تھی۔ میرا خیال تھا اسائنمنٹ میرے حوالے کر کے تم اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ گی مگر تم تو وہیں جم کر بیٹھ گئی تھیں، ٹائپ کرتے کرتے جو میری نظر اتفاقاً تم پر پڑی تو تم بے خبر سو رہی تھیں۔ اب چاہے تم لڑکیوں سے دوستی کے حوالے سے مجھ سے کتنی بھی مشکوک رہتی ہو مگر میرے بیڈروم میں اتنے دھڑلے سے گھس آنے والی تم پہلی

لڑکی تھیں اور اس وقت میرے دل نے فیصلہ کیا تھا کہ اس پہلی لڑکی کو ہی آخری لڑکی بھی ہونا چاہیے''۔

وہ کھل کر مسکرایا تھا۔ اس کی بات پر میں بھی مسکرا دی تھی۔

''ویسے تم جان بوجھ کو وہاں سوئی تھیں، ہے نا؟''

مجھے پتا تھا وہ مجھے چھیڑ رہا ہے مگر میں پھر بھی چڑ گئی تھی۔

''میں صرف اس وجہ سے وہاں بیٹھی رہی تھی کہ تم میرا کام کر رہے تھے، تمہیں کام سونپ کر خود کمرے میں چلا جانا مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا''۔

وہ میری وضاحت کا نوٹس لیے بغیر مسکراتا رہا، اس طرح جیسے اسے میری کسی وضاحت پر کوئی یقین نہیں۔

''تمہارے خیال سے میں جھوٹ بول رہی ہوں'' میں جھنجھلائی تھی۔ وہ میری بات کا جواب دیئے بغیر پاس رکھا بکے اٹھا کر دیکھنے لگا تھا، اس کا اچھی طرح معائنہ کر کے وہ کارڈ کھول کر پڑھنے لگا تھا۔

''یہ تم میرے لیے ویلنٹائن ڈے پر کارڈ لائی ہو یا کوئی ڈاکٹر کا نسخہ۔ اتنا فضول اور ان رومینٹک۔ اتنا زیادہ سنسرڈ اظہار محبت میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے''۔

مجھے احساس ہوا کہ کام کی ساری بات ہو چکی ہے اور اب عون ہاشم علی نے پٹڑی سے اترنا شروع کر دیا ہے اس لیے بغیر کوئی جواب دیئے کرسی پر سے اٹھ گئی تھی۔ بتایا تھا نا میں نے آپ کو مجھے شرماتی لجاتی لڑکیاں زہر لگتی ہیں اور اس وقت اگر میں تھوڑی دیر اور ٹھہرتی تو خوامخواہ لال گلابی ہو رہی ہوتی۔

''ارے جا کہاں رہی ہو'' وہ مجھے جاتا دیکھ کر چلایا تھا۔

''میں بڑے پاپا کے پاس لان میں جا رہی ہوں، تم بھی چینج کر کے وہیں آ جاؤ''۔ دروازے کی طرف جاتے ہوئے میں نے اس سے کہا تھا۔

''اچھا میرے ایک سوال کا جواب تو دیتی جاؤ؟'' وہ بیڈ پر سے اتر آیا تھا اور میرے سامنے آ کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا تھا۔ میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''میرے جانے میں پندرہ دن رہ گئے ہیں، اگر میں پندرہ دن کے نوٹس پر رخصتی کے لیے کہوں تو کیا مان جاؤ گی؟''

اس کی آنکھوں سے جھانکتی شرارت نے مجھے لمحہ بھر کے لیے کنفیوز کیا تھا مگر اگلے پل میں نے بڑے اطمینان سے گردن اقرار میں ہلا دی تھی اور پھر فوراً ہی کمرے سے بھی باہر نکل آئی تھی بغیر اس کی طرف دیکھے۔ آخر اتنی مشرقیت تو مجھ میں ہے ہی۔

